حسینی اشاعت گھر کا [illegible]

خلشِ غم

۱۹۷۰


حُسینی
اطاعت
گذاروں
کا ماتم

حسینی اطاعت گذاروں کا ماتم
دلوں میں رہے بیقراروں کا ماتم

سالک لکھنوی

خلشِ غم

۱۹۷۰ء

حُسینی فونوٹون

ہوسٹلری۔ ڈی۔ فرانس۔ ایئرپورٹ کراچی،

فون نمبر ۴۹۵۰۲ - ۴۹۵۰۱

قیمت ۲ دو روپے پچاس پیسے

حسینی اطاعت گذاروں کا ماتم
دِلوں میں رہے بیقراروں کا ماتم

سالک لکھنوی

خلشِ غم

۱۴۰۲ھ
۱۹۸۱ء

بتوسط

حُسینی فونوٹون

ہوسٹلری ڈی فرانس، اسٹارگیٹ، ائیرپورٹ، کراچی

فون نمبرز:۔ ۴۸۱۱۰۱ ۴۸۱۱۰۲

ہدیہ:۔ دس روپے

علامہ اعلی اللہ مقامہ کی مندرجۂ ذیل تحریر ہماری پہلی بیاض "خلشِ غم" میں بطورِ مقدمہ شامل ہے۔ ہم اسے تبرکاً زیرِ نظر مجموعہ میں شائع کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔ سرداہ

تبرک

نوحہ کی تاریخ غمِ زندگی کی تاریخ ہے، اور نوحہ روحِ مجلسِ عزا ہے۔ نوحہ خوانی کو اپنے آداب و شرائط کے ساتھ تبلیغِ امرِ حق کے لئے ہر دور میں ضروری سمجھا گیا۔ اس لئے نوحہ خوان حضرات پر یہ لازم ہے کہ نوحوں کے معیار کو بلند رکھیں۔

میں نے یہ چاہا کہ سید علمدار علی صاحب کی خواہش پر یہ چند سطریں سپردِ قلم ہوں۔ میں نے اس مجموعے کو نہیں دیکھا۔ ہاں علمدار صاحب کو پڑھتے سنا ہے۔ خوب پڑھتے ہیں۔

اس مجموعے کے لئے میں نے تاریخی نام تجویز کیا ہے

"خلشِ غم"

۱۹۷۰ء

خداوندِ عالم نوحوں کی اشاعت وطباعت میں احتیاط و برکت توفیق عطا فرمائے

دعا کا طالب

رشید ترابی

۱۸ اپریل ۷۰ء

ب

باسمہٖ سبحانہٗ

تبلیغ و نشرِ حسینیت ترویج و تاسیسِ اسلامِ حقیقی ہر دور میں ہر رنگ و آہنگ کے ساتھ ہوتی رہی ہے۔ منبر کے ذریعہ سے تبلیغ شعارِ عزادارانِ حسین علیہ السّلام رہا ہے۔ اسی کے ساتھ ساتھ نوحہ خوانی بھی ایک مؤثر ذریعۂ ترویجِ حسینیت ہے جس کی بقا و ارتقا ہر عہد میں مسلکِ مومنین رہا ہے۔

اس سلسلۂ خیر اور وسیلۂ حق کو جاری رہنا چاہیئے تاکہ ہر دل اور ہر دماغ میں نقشِ حسینیت ثبت ہو جائے "خلشِ غم" بیاض سوادِ دل کو مٹانے اور روح کو پُرنور بنانے میں ایک مؤثر کردار ادا کرے گی۔ خداوندِ عالم سے دعا ہے کہ اس کو شرفِ قبولیت حاصل ہو اور طابع و ناشر کے لئے اجرِ عظیم کا باعث ہو۔

والسّلام

خادمِ شریعتِ مطہرہ

سید نصیر الدین صاحب

۱۳ دسمبر ۱۹۸۱ء

۴

میں اس بیاض کو

عزت مآب

راجہ صاحب محمود آباد کے نام نامی سے

منسوب کرتا ہوں۔

سید علمدار علی خان

خلف الرشید

سید سرفراز علی خاں بھٹاکر مرحوم جانسٹھ

ضلع مظفر نگر (یوپی)

فہرست

علامہ اعلی اللہ مقامہ کی مندرجہ ذیل تحریر ہماری پہلی بیاض "خلشِ غم" میں بطور مقدمہ شامل ہے - ہم اسے تبرکاً دوبارہ شائع کرنے کی سعادت حاصل کرتے ہیں ——— (سردارؔ)

پیش لفظ

گیارہ سال گذرنے کے بعد ایک مرتبہ پھر مجھے کراچی میں پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔ میں کراچی کے سامعین کا بیحد شکر گذار ہوں جنھوں نے مجھے یاد رکھا اور بالکل یہ محسوس نہیں ہونے دیا کہ اتنا عرصہ گذرنے کے بعد میں یہاں پڑھ رہا ہوں۔ مَیں بہت سے سلام اور نوحے اپنے سننے والوں کے لئے لیکر آیا ہوں مگر وقت کی کمی اور جو کلام پڑھا جاچکا ہے اُس کی بار بار فرمائش کی وجہ سے بیشتر کلام آپ حضرات کے سامنے پیش کرنے سے قاصر ہوں۔ پھر بھی میری یہی کوشش رہے گی کہ زیادہ سے زیادہ کلام آپ حضرات کے ذوقِ سماعت کی نذر کرسکوں۔

زیرِ نظر مجموعہ "خلشِ غم" آپ حضرات کے سامنے ہے۔ اسمیں کوشش یہی کی گئی ہے کہ وہ تمام کلام یکجا کر کے پیش کیا جائے جو پڑھا جاچکا ہے، جس کے لئے میں سیّد رونق رضا صاحب (حسینی فونوٹون) کا بیحد مشکور ہوں جن کے توسط سے یہ بیاض آپ کے سامنے ہے نیز میں اپنے تمام شعرائے کرام خاص طور پر جناب نسیمؔ امروہوی، جناب پیامؔ اعظمی، جناب شمیمؔ امروہوی، جناب باقرؔ رضوی اور جناب امانتؔ خانی کا بے حد

مُقدّمہ

تبرّک

نوحہ کی تاریخ غمِ زندگی کی تاریخ ہے اور نوحہ روحِ مجلسِ عزا ہے۔ نوحہ خوانی کو اپنے آداب و شرائط کے ساتھ تبلیغِ امرِ حق کیلئے ہر دور میں ضروری سمجھا گیا۔ اِس لئے نوحہ خواں حضرات پر یہ لازم ہے کہ نوحوں کے معیار کو بلند رکھیں۔

میں نے یہ چاہا کہ سیّد علمدار علی صاحب کی خواہش پر یہ چند سطریں سُپردِ قلم ہوں۔ میں نے اِس مجموعے کو نہیں دیکھا۔ ہاں علمدار صاحب کو پڑھتے سُنا ہے۔ خوب پڑھتے ہیں۔

اس مجموعے کے لئے میں نے تاریخی نام تجویز کیا ہے۔

"خلشِ غم"

۱۹۷۰ء

خداوندِ عالم نوحوں کی اشاعت و طباعت میں احتیاط و برکت کی توفیق عطا فرمائے

دعا کا طالب

۱۸ / اپریل ۷۰ء

شکر گذار ہوں جنھوں نے اپنا کلام مجھے ازراہِ کرم پڑھنے کے لئے عنایت فرمایا، آخر میں اپنی انجمن رضا کاران حسینؑ کے اراکین کا بھی شکر گذار ہوں جنھوں نے نہایت گرمجوشی سے مجھے خوش آمدید کہا۔ انجمن کے صاحب بیاض سردار حسین سردار جو میرے ہمراہ گیارہ سال پہلے ہندوستان سے آئے اور انجمن رضا کاران حسینؑ میں شامل ہو کر اس کو جس مقامِ بلند تک پہنچا دیا اس کی مجھے ان سے قوی امید تھی اور اس کے لئے سردار کی محنت واقعی قابلِ تعریف ہے۔

صدرِ محترم انجمن رضا کارانِ حسین سید عباس رضا زیدی صاحب قابلِ تشکر ہیں جنھوں نے اپنا قیمتی وقت انجمن کی فلاح و بہبود میں صرف کیا۔ اور آخر میں جناب سید عارف رضا (ہوسٹلری ڈی فرانس) جناب آغا قیصر عباس صاحب، جناب فہیم حیدر رضوی، اور مجتبیٰ حسین صاحب کا بھی مشکور ہوں جنھوں نے وقتاً فوقتاً انجمن کی امداد فرمائی۔

سید علمدار علی خان (علن)

رنگ محل۔ جانسٹھ ضلع مظفر نگر
(یو، پی) انڈیا

رُوایت

ہاشمی رامپوری (انڈیا)

(۱)

جب وعدۂ طفلی کو وفا کر چکے شبیرؑ
سر معرکۂ کرب و بلا کر چکے شبیرؑ
خنجر کے تلے شکرِ خدا کر چکے شبیرؑ
اُمت کے لئے حق سے دعا کر چکے شبیرؑ

تیروں نے سمیٹا شہِ بیکس کا مُصلّا
تھرّائی زمیں کانپ اُٹھا عرشِ مُعلّا

شاہ است حسینؑ، بادشاہ است حسینؑ

عرضداشت

ہم لوگ ایک مسافر کی حیثیت سے پاکستان آئے۔ کراچی کی عزاداری دیکھی اور جو کچھ ہمارے پاس تھا کوشش کی کہ وہ کراچی کے سامعین تک پہنچا دیں، مگر وقت کی کمی اور بار بار جو کلام پڑھا جا چکا تھا اس کی فرمائش کی وجہ سے بہت کم کلام پیش کیا جا سکا بہرحال احباب اور صاحبانِ ذوق کے اصرار پر پیشِ نظر مجموعہ "گلشنِ غم" بحمداللہ مرتب ہو گیا۔ اور ناظرین کی خدمت میں حاضر ہے۔

مجموعۂ کلام پسندِ خاص و عام ہے اور کتاب کی شکل میں ایک گلدستۂ مرصع ہے شعرائے کرام جنہوں نے اپنا کلام عطا کیا ہے نہ صرف میرے شکریے کے بلکہ اہلِ نظر اور صاحبانِ ذوق کی پوری طرح ستائش کے مستحق ہیں۔

خصوصیت سے علامہ جمیل مظہری مرحوم، مولانا نسیم امروہوی کراچی، جناب سید علی مہدی صاحب ایڈوکیٹ ہائی کورٹ رامپور، جناب مہذب لکھنوی اور جناب ثمر دہلوی۔ جنہوں نے ازراہِ شفقت اپنا کلام مجھے برائے ذاکری عطا کیا انکا میں تہہ دل سے شکر گذار ہوں اور بکمالِ ادب ان حضرات کے کلام کو بصورت اس کتاب کے نذرِ خاص و عام کرتا ہوں کہ ہر شخص ان حضرات کے کلام بلاغت نظام سے استفادہ کر سکے۔

اور اس کے بعد اپنے محترم خطیبِ عالم اسلام عالیجناب علامہ رشید ترابی مدظلہ العالی کا شکر گزار ہوں جنہوں نے بسلسلہ تعارف دیباچہ تحریر فرمانے کی زحمت گوارا فرمائی اور اس کتاب کا نام "گلشنِ غم" تجویز فرما کر جس سے تاریخِ سالِ رواں ۱۹۷۰ء اخذ ہوتی

ہے سونے پر سہاگے کا کام کیا۔

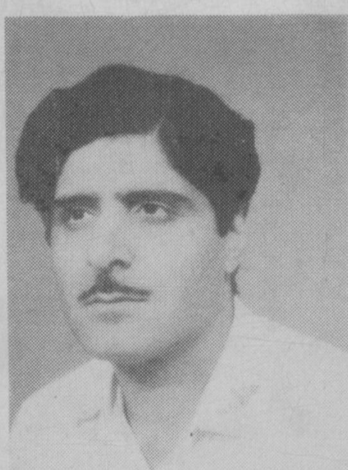
جناب وصی مرزا صاحب اور جناب غلام قنبر رضوی صاحب کی رہبری نے کتاب اور اشاعت کی جملہ ضروریات کو آسان فرما دیا جس کا میں بہت مشکور ہوں۔

اور میں خاص طور سے اراکین انجمن رضاکارانِ حسین لیاقت آباد نمبر ۴ کا بے حد ممنون ہوں جنہوں نے ہمارے ساتھ ہر ہر وقت میں تعاون فرمایا اور جس خلوص اور محبت کے ساتھ ہمارے کہنے پر عمل کیا وہ واقعی آجکل کے زمانے میں ناپید ہے۔ میں ایک مرتبہ پھر تمام اراکین انجمن رضاکارانِ حسین کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور واقعی اس خلوص و محبت نے ہم کو مجبور کیا کہ ہم کراچی کا محرم کرنے کے بعد واپس جائیں۔

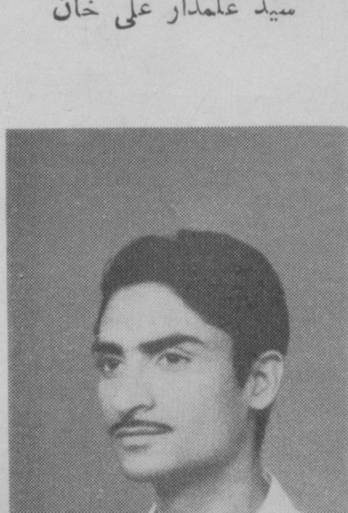
اور آخر میں کراچی کے سامعین کا بھی تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے ہمارے پڑھنے کے طریقے کو سراہا اور ہماری ہمت افزائی فرمائی۔ اور میں ادارۂ حسینی فونوٹون کا بھی بے حد مشکور ہوں اور واقعی عارف رضا صاحب اور رونق رضا صاحب جس طریقے سے مذہب کی تبلیغ اور عزاداری میں حصہ لے رہے ہیں وہ قابل ستائش ہے اور انہیں حضرات کے اصرار پر یہ بیاض بھی منظرِ عام پر آئی اور ان حضرات سے امید ہے کہ ہمیشہ ہمیشہ اسی جذبہ سے عزاداری میں حصہ لیتے رہیں گے۔

سید علمدار علی خاں خلف سید سرفراز علی خاں شاکر مرحوم
و سید سردار حسین
جانٹھ ضلع مظفر نگر (یو۔پی)

کراچی معرفت انجمن رضاکارانِ حسین لیاقت آباد نمبر ۴



سید علمدار علی خان



سردار حسین - سردار

۴

القصہ نمودار ہوئی شامِ غریباں
تاریکیوں میں ڈوب گیا گنجِ شہیداں
اک اوہ جلے خیمے میں جو بیٹھے ہیں گریاں
سہمے ہوئے بچے تھے تو زینبؑ تھی پریشاں

روتی تھی کوئی بی بی تو دیتی تھی دلاسے
چونک اُٹھیں نہ معصوم ابھی سوئے ہیں پیاسے

شاہ است حسینؑ، بادشاہ است حسینؑ

۵

پھر اُٹھی بڑے عزم سے حیدرؑ کی دلاری
اک چوب جلے خیمے کی ہاتھوں میں اُٹھائی
سنسان بیابان پہ پہلے تو نظر کی
پھرنے لگی پھر خیموں کے پہرے کو وہ بی بی

اللہ ری ہمت بڑی ذیشان تھی زینبؑ
سوئے ہوئے بچوں کی نگہبان تھی زینبؑ

شاہ است حسینؑ، بادشاہ است حسینؑ

(۶)

ناگاہ سوار ایک نظر سامنے آیا

تھرّانے لگی جان و دلِ فاطمہؑ زہرا

بولی کہ خبردار وہیں روک لے گھوڑا

رو رو کے ابھی سوئے ہیں معصوم [illegible]

کہہ دے عمرِ سعد سے لِلّٰلہ یہ جاکر

کل دن کے اُجالے میں ہمیں لُوٹنا آکر

شاہ است حسینؑ، بادشاہ است حسینؑ

(۷)

زینبؑ کی صدا سُن کے بھی ٹھہرا نہ جب سوار

تب بنتِ علیؑ غیظ میں آئے بڑھیں اک بار

چلّائیں کہ او بانیٔ بیداد و جفا کار

سُنتا نہیں تو، کہتی ہوں میں جو جگر افگار

انجام بھی تو رُکنے کا اب جان لے ظالم

بیٹی ہوں علیؑ کی مجھے پہچان لے ظالم

شاہ است حسینؑ، بادشاہ است حسینؑ

فہرست

سید سرفراز علی خاں صاحب شاکرؔ
رئیس جانسٹھ ۔ مظفر نگر

سلام

شبِ عاشور کوئی کبھی صدائے دل نہیں سمجھا
یہ پیاسوں کی کہانی ہے جسے ساحل نہیں سمجھا
جواں بیٹے کا سینہ تھا مگر شبیر کیا کہنا
نکالی دل سے یوں برچھی کہ دل کو دل نہیں سمجھا
رفیقانِ شہ دیں نے وفا کی آبرو رکھ لی
مگر ان مرنے والوں کی کوئی منزل نہیں سمجھا

۸

یہ کٹتے ہوئے ڈال دیا ہاتھ عناں پر
اب جا پہنچ کر لیا لوٹ لیا جبکہ بھرا گھر
ہوں لاکھ غریب الوطن و بیکس و مضطر
مجبور سمجھنا نہ مجھے پھر بھی ستمگر

کیا خوف مجھے، اپنے ارادوں پہ جو تو ہے
اِن بازوؤں میں فاطمہ زہراؑ کا لہو ہے

شاہ است حسینؑ، بادشاہ است حسینؑ۔

۹

آ گئے جو بڑھا ہوتی قیامت ابھی برپا
فریاد مری پہنچی تا عرش معلّٰی
اور سوئے نجف ہاتھ اٹھا دیں نے اٹھایا
آ جائیں مرے امداد کو فوراً مرے بابا

سر تن پہ نہ ہوگا جو ذرا بے ادبی کی
زینبؑ ہے مرا نام نواسی ہوں نبیؐ کی

شاہ است حسینؑ، بادشاہ است حسینؑ

شہ دیں رن میں کیوں لائے تھے اُس ننھے مجاہد کو
یہی وہ راز تھا جس کو بنِ کاہل نہیں سمجھا
جواں بیٹے کی میّت لیکے آئے اُف نہ کی منہ سے
شہِ دیں نے کسی مُشکل کو بھی مُشکل نہیں سمجھا
شہادت حضرتِ شبّیر کی اِک راز ہے شاکر
وہ کیا سمجھا ہے جو فرقِ حق و باطل نہیں سمجھا

سیّد ناظر حسین صاحب ناظرؔ

سلام

جہاں میں بعدِ فنا کب کسے حیات رہی
حسین بات پہ مٹ کر تمہاری بات رہی
نہ بات بات رہی اور نہ ذات ذات رہی
حدِ حیات یہ ہے چار دن حیات رہی
ستارا اُترا کبھی آفتاب پلٹایا
علیؑ کے زیرِ نگیں ساری کائنات رہی

(۱۰)

جب بات سُنی بیٹی کی آسوار پکارا
زینبؑ یہ نہیں ترا باپ ہوں پہچان خدارا
سکتی آنکھوں سے دیکھوں یہ جگر سوز نظارا
تو دکھ میں ہے اور مجھ کو ہو آرام گوارا

شب بھر میں ترے خیمے کا دربان رہوں گا
تا صبح اِسی دشت میں مہمان رہوں گا

شاہ است حسینؑ، بادشاہ است حسینؑ

(۱۱)

دکھیاری نے جب غور سے چہرے پہ نظر کی
نزدیک رکاب آئی، قدم چوم کے بولی
بابا مرے، کیوں آن کے پہلے نہ خبر لی
معلوم ہے کیا آپ کی اولاد پہ گزری

غم کھانے کو یہ بیکس و ناچار ہے باقی
مردوں میں فقط عابدؑ بیمار ہے باقی

شاہ است حسینؑ، بادشاہ است حسینؑ

وہ کُل کفر مٹا ضرب کل ایماں سے
خدا کا کام ہوا مصطفےٰ کی بات رہی

کچھ اس طرح سے علی جان بیچ کر سوئے
رضائے حق ملی قبضے میں کائنات رہی

رہا نہ جبر یزیدی نہ دورِ فرعونی
حسینؑ بات تیری اور خدا کی ذات رہی

ٹٹولتی رہی بستر کبھی، کبھی جھولا!
رباب یاد میں اصغر کی ساری رات رہی

کوئی ہے پیاسا نہ پیاسوں کی پیاس ہے ناظرؔ
فقط ہے کہنے کو باقی رہا فرات رہی

نوحہ

عاشور کا دن ہے پچھلا پہر تیروں کی گھٹا سی چھائی ہے
کیا وعدہ طفلی یاد آیا شبیرؑ پہ آفت آئی ہے

پیاسی تھی بہت نیزے کی انی جو سینے پہ بڑھکر کھائی ہے
اکبر نے پلا کر دل کا لہو برچھی کی پیاس بجھائی ہے

بھائی کی وصیت کو سُن کر شہ اپنی تمنا کہہ بیٹھے
عباس سدا آقا ہی کہا اک بار تو کہہ دو بھائی ہے

ششماہے کی میت کو شہ نے پہلے تو سپردِ خاک کیا
پھر دل کو پکڑ کر کہہ اُٹھے اب صبر کی منزل آئی ہے

(۱۲)

جب سر مرے بھائی کا کٹا آپ کہاں تھے
جب خاتمہ اکبرؑ کا ہوا آپ کہاں تھے
بے شیر کے جب تیر لگا آپ کہاں تھے
جب سر سے چھنی میرے ردا آپ کہاں تھے

ڈھارس کے لئے بیٹی کی اب آئے ہیں بابا
سارا مرا گھر لٹ گیا اب آئے ہیں بابا

شاہ است حسینؑ، بادشاہ است حسینؑ

(۱۳)

جب بیں ہوئی آوارہ وطن آپ کہاں تھے
لوٹا گیا زہراؑ کا چمن آپ کہاں تھے
ٹکڑے ہوا عباسؑ کا تن آپ کہاں تھے
باندھی مرے اعدا نے رسن آپ کہاں تھے

شبیرؑ کے جب حلق پہ شمشیر چلی تھی
سچ کہتی ہوں میں آپ ہی کو ڈھونڈ رہی تھی

شاہ است حسینؑ، بادشاہ است حسینؑ

(۱۴)

پامال ہوا اصغر کا بدن آپ نہ آئے
پامال ہوا ابنِ حسنؑ آپ نہ آئے
بیوہ ہوئی اک شب کی دلہن آپ نہ آئے
کیوں لے کے بہتّر کا کفن آپ نہ آئے

آجاتے تو اِس طرح نہ تقدیر بدلتی
یُوں پیاسے کے حلقوم پہ شمشیر نہ چلتی

شاہ است حسینؑ، بادشاہ است حسینؑ

(۱۵)

زینبؑ سے کہا ہاشمیِ حیدرؑ نے یہ رو کر
تیس سال کی مانند ترے ساتھ تھا دلبر
ہے پیشِ نظر اب بھی قیامت کا وہ منظر
جس وقت کہ چھینی تھی سر سے مرے چادر

میں بخششِ اُمّت کا سبب دیکھ رہا تھا
خاموش کھڑا مرضیٔ رب دیکھ رہا تھا

شاہ است حسینؑ، بادشاہ است حسینؑ

رخسار ہیں کچھ بھاری بھاری کانوں سے لہو بھی ہے جاری
مقتل میں شکایت کرنے کو معصوم سکینہ آئی ہے
چھ ماہ کا بچّہ پیاسا ہے سنسان ہے بن سناٹا ہے
اے لال ہُمک کر گود میں آ، ماں دودھ پلانے آئی ہے

سردار حسین سردار

نوحہ

مادر سے جب جہاد کی رخصت نہ پائیگا
کیا کیا نہ حوصلہ دلِ اصغر میں آئے گا
امت پہ نانا جان کی قربان جائے گا
خُطبہ علی کے لہجہ میں پڑھ کر سنائے گا
اصغر پدر کے ہاتھوں پہ یوں مسکرائیگا
چھِد کر گلا بھی جس کا تبسم نہ جائے گا

پیام اعظمی (انڈیا)

نوحہ

ابھی خنجر نہ چلا شمر ابھی خنجر نہ چلا

ابھی مظلوم کے سینے سے اُتر جا ظالم
سر ہے شبیرؑ کا سجدے میں ٹھہر جا ظالم
ابھی مظلوم کے خیمے میں ہے اک حشر بپا
ابھی خنجر نہ چلا شمر ابھی خنجر نہ چلا

یہ سماں ظلم کا پابندِ محن دیکھ نہ لے
ذبح ہوتے ہوئے بھائی کو بہن دیکھ نہ لے
آتی ہے رَن میں کسی کوکھ جلی ماں کی صدا
ابھی خنجر نہ چلا شمر ابھی خنجر نہ چلا

ایک بچی ہے جو مقتل میں چلی آئی ہے
باپ کو ڈھونڈھنے جنگل میں چلی آئی ہے
دیتی ہے رو کے یہ آواز، کہاں ہو بابا
ابھی خنجر نہ چلا شمر ابھی خنجر نہ چلا

آ کے میدان میں سرِ راہ کھڑی ہے زینبؑ
ابھی رُک جا کہ اُدھر دیکھ رہی ہے زینبؑ
کس طرح دیکھے گی کٹتے ہوئے بھائی کا گلا
ابھی خنجر نہ چلا شمر ابھی خنجر نہ چلا

بال کھولے ہوئے خاتونِ جناں روتی ہے
بیٹے کو ذبح نہ کر سامنے ماں روتی ہے
زلزلے میں ہے ابھی قبرِ رسولِ دوسرا
ابھی خنجر نہ چلا شمر ابھی خنجر نہ چلا

اصغر حسین کے جو اشارے کو پا گیا
بچہ ہمک کے جھولے سے گودی میں آگیا
بانو کے دل پہ ظلم کا بادل سا چھا گیا
سیدانیوں میں حشر کا کہرام آگیا
اصغر پدر کے ہاتھوں پہ یوں مسکرائیگا
چھد کر گلا بھی جس کا تبسم نہ جائے گا

لیکر حسین طفل کو مقتل میں آگئے
چاروں طرف جفاؤں کے بادل سے چھا گئے
تیر و کمان تان کے جلّاد آگئے
اصغر ہر ایک ظلم کو ہنس کر نبھا گئے

اصغر پدر کے ہاتھوں پہ یوں مسکرائیگا
چھد کر گلا بھی جس کا تبسم نہ جائے گا

سوکھے گلے پہ ہو گیا تیرِ ستم کا وار
تڑپا کیا حسینؑ کے ہاتھوں پہ شیرخوار
میت کو لے کے بیٹھ گئے شاہِ ذوالفقار
خیموں کی سمت دیکھ کے پھر روئے زار زار
اصغر پدر کے ہاتھوں پہ یوں مسکرائیگا
چھد کر گلا بھی جس کا تبسم نہ جائے گا

کہتی ہے روکے ہوئی گھر کی صفائی یا رب
لُٹ گئی رَن میں بھرے گھر کی کمائی یا رب
کٹ رہا ہے مرے مالک مرے بچّے کا گلا
ابھی خنجر نہ چلا شمر ابھی خنجر نہ چلا

قبر سے احمدؐ مختار نکل آئے ہیں
تیر اِس پار سے اُس پار نکل آئے ہیں
پاؤں قرآن پہ کیوں رکھتا ہے اے اہلِ جفا
ابھی خنجر نہ چلا شمر ابھی خنجر نہ چلا

سید سردار حسین سردار

نوحہ

ٹھوکریں رَن میں کھا رہی ہے ماں
داغ دل کے چُھپا رہی ہے ماں
اُجڑی بستی بسا رہی ہے ماں
لوریاں بھی سُنا رہی ہے ماں
آؤ اصغرؑ بُلا رہی ہے ماں
خالی جھولا جُھلا رہی ہے ماں

عیسیٰ نہ لا سکے کبھی موسیٰ نہ لا سکے
جیسے حسین لائے پیمبر نہ لا سکے
اولاد والے دِل میں یہ ہمت نہ لا سکے
ہاتھوں پہ صرف بچّے کو شبّیر لا سکے
اصغر پدر کے ہاتھوں پہ یوں مُسکرائیگا
چھِد کر گلا بھی جس کا تبسم نہ جائیگا

جناب ثمرؔ ہلوری

نوحہ

اونٹ پر جس کی یہ عماری ہے
نام زینبؑ ہے غم کی ماری ہے
فاطمہ کی یہ ہی دُلاری ہے
بھائی بچھڑا بہن کو لوٹ لیا
گلشنِ پنجتن کو لوٹ لیا

روٹھ کر ماں سے جا رہے ہو تم
اپنا وعدہ نبھا رہے ہو تم
دِل مرا کیوں دُکھا رہے ہو تم
ننھی تربت بسا رہے ہو تم

آؤ اصغرؑ بُلا رہی ہے ماں
خالی جھولا جھُلا رہی ہے ماں

بن ترے چین کیسے پاؤں گی
تُو نہ آیا تو خود ہیں آؤں گی
منتیں سب تری بڑھاؤں گی
تم نہ ہوگے تو سو نہ پاؤں گی

آؤ اصغرؑ بُلا رہی ہے ماں
خالی جھولا جھُلا رہی ہے ماں

دیکھو بہنیں تمھیں بُلاتی ہیں
یاد کرتی ہیں روتی جاتی ہیں
جاگو جاگو تمھیں جگاتی ہیں
اک کہانی تمھیں سناتی ہیں

آؤ اصغرؑ بُلا رہی ہے ماں
خالی جھُولا جھُلا رہی ہے ماں

چین سے سو رہے ہو تربت میں
ماں کو برباد کر کے غربت میں
تیر گردن پہ کھایا الفت میں
جان دیدی ہے حق کی الفت میں

آؤ اصغرؑ بُلا رہی ہے ماں
خالی جھُولا جھُلا رہی ہے ماں

قید سے چھُوٹ کے خواہرِ شبیّر
پہنچی قبرِ رسُول پہ دلگیر
رو کے کرنے لگی وہ یوں تقریر
چُن لیں کلیاں چمن کو لوٹ لیا
گلشنِ پنج تن کو لوٹ لیا

ہوئے آمادہ ستم بے پیر
بن کے بگڑی غریب کی تقدیر
چھُوٹی غربت میں بھائی سی ہمشیر
ظالموں نے بہن کو لوٹ لیا
گلشنِ پنج تن کو لوٹ لیا

غمِ عون و محمد و اکبر
نقش ہے دِل پہ تربتِ اصغر
کیسے رکھوں کلیجے پر پتھر
ہائے سارے چمن کو لوٹ لیا
گلشنِ پنج تن کو لوٹ لیا

ظالموں کی ستائی ہوں نانا
دَر بدَر پھر کے آئی ہوں نانا
نیل بازو پہ لائی ہوں نانا
مجھ اسیرِ رسن کو لوٹ لیا
گُلشنِ پنج تن کو لوٹ لیا

رات ہے خوف ہے تنہائی ہے
نیند اصغرؑ کو کیسے آئی ہے
یا خدا کیسی یہ جدائی ہے
ظلمتوں کی گھٹا سی چھائی ہے
آؤ اصغرؑ بلا رہی ہے ماں
خالی جھولا جھلا رہی ہے ماں

ماں کی آنکھوں کا تارا تھا اصغرؑ
ٹوٹے دل کا سہارا تھا اصغرؑ
میری صغرا کا پیارا تھا اصغرؑ
سارے گھر کا دلارا تھا اصغرؑ
آؤ اصغرؑ بلا رہی ہے ماں
خالی جھولا جھلا رہی ہے ماں

اب تو سردار بس یہی غم ہے
ذکر اصغرؑ کا اور ماتم ہے
ہاتھ سینے پہ آنکھ پُر نم ہے
در پہ مولا کے یہ جبیں خم ہے
آؤ اصغرؑ بلا رہی ہے ماں
خالی جھولا جھلا رہی ہے ماں

قبر مادر پہ جاؤں گی پہلے
نیند سے میں جگاؤں گی پہلے
حال اُن کو سناؤں گی پہلے
ہائے تشنہ دہن کو لوٹ لیا
گلشنِ پنج تن کو لوٹ لیا

جاگو جاگو ذرا میری اماں
کس طرح میں وطن پھری اماں
چل گئی بھائی پر چھری اماں
اٹھئے شاہِ زمن کو لوٹ لیا
گلشنِ پنج تن کو لوٹ لیا

جب مقدر بگڑ گیا اماں
میرا سب کچھ اُجڑ گیا اماں
بھائی بھی جب بچھڑ گیا اماں
اُس کی بیکس بہن کو لوٹ لیا
گلشنِ پنج تن کو لوٹ لیا

پیام اعظمی (انڈیا)

نوحہ

بابا لوٹ آؤ ، بابا لوٹ آؤ

خیمے جلتے ہیں مصیبت کی گھڑی ہے بابا
جلدی آؤ کہ یہاں آگ لگی ہے بابا
بابا لوٹ آؤ ، بابا لوٹ آؤ

رن میں ہر سمت بلاؤں کا بسیرا ہوگا
شام ہونے کو ہے راہوں میں اندھیرا ہوگا
روز کی طرح سے آکر مجھے سینہ پہ سلاؤ
بابا لوٹ آؤ ، بابا لوٹ آؤ

کہہ کے روتی ہے سکینہؑ مرے عموؑ ہیں کہاں
آکے دیکھیں مرے چہرے پہ طمانچوں کے نشاں
گوشواروں کی جگہ اب مرے کانوں میں ہیں گھاؤ
بابا لوٹ آؤ ، بابا لوٹ آؤ

غم نصیبوں کو دم آب و غذا کچھ نہ ملا
ہو گئی شام طمانچوں کے سوا کچھ نہ ملا
شکل دکھلا دو بس اپنی مجھے پانی نہ پلاؤ
بابا لوٹ آؤ ، بابا لوٹ آؤ

آکے میداں سے مجھے شکل دکھاتا ہی نہیں
جو بھی جاتا ہے وہ پھر لوٹ کے آتا ہی نہیں
کوئی اب کیوں نہیں سنتا مری فریاد بتاؤ
بابا لوٹ آؤ ، بابا لوٹ آؤ

حضرت مہذّب لکھنوی

قمرِ بنی ہاشم حضرت عبّاس کی شان

مسدّس

یوں تو دنیا میں لیا کرتے ہیں سب نام وفا
سب کو معلوم ہے آغاز اور انجام وفا
ہے غلط جو بھی کہے ہم نے پیا جام وفا
ایک ہستی نے دیا خلق کو پیغام وفا
ضو وہ شیشے میں کہاں نور جو الماس میں ہے
سارے عالم کی وفا حضرتِ عباس میں ہے

یہ ہے وہ ذات جو دریا سے پھری تشنۂ آب
فرد اک اور بھی ہے مثل ہی جس کا نایاب
جس کا مشہورِ جہاں ثانیٔ زہرا ہے خطاب
یہ ہی وہ دو ہیں کہ اک ایک کا ہے انمیں جواب
ایک نے دادِ وفا لے کے ترائی لے لی
ایک نے سر سے ردا دیکے خدائی لے لی

یوں رجز خواں ہوا میدان میں شیدائے امام
اسد اللہ پدر تھے مرا عبّاس ہے نام
مجھ کو کرنا ہے زمانے میں مگر خاص یہ کام
خود فنا ہو کے سنا دوں میں وفا کا پیغام

اک باپ کو تقدیر نے حالت یہ دکھائی
تھی لاش جواں سامنے اور شہ کی تنہائی
پٹکے سے کمر باندھ کے میّت جو اُٹھائی
سر ننگے پھوپھی خیمے سے باہر نکل آئی
مَولا سے مرے نازوں کا پالا نہ اُٹھے گا
زخمی ہے بہت گیسوؤں والا نہ اُٹھے گا

مقتل میں قیامت کی گھٹا چھا گئی اکبرؑ
نہ جانیں تجھے کس کی نظر کھا گئی اکبرؑ
دن بیاہ کے آئے تو اجل آ گئی اکبرؑ
اُٹھ جاؤ مرے لال پھوپھی آ گئی اکبرؑ
مَولا سے مرے نازوں کا پالا نہ اُٹھے
زخمی ہے بہت گیسوؤں والا نہ اُٹھے گا

بانو کا یہ ارماں تھا دُلہن بیاہ کے لاتی
اُس چاند سے چہرے پہ وہ سہرا بھی سجاتی
صُغریٰ ترے اِن ہاتھوں میں مہندی بھی رچاتی
خود کرتی ہر اک کام نہ بھابی سے کراتی
مَولا سے مرے نازوں کا پالا نہ اُٹھے گا
زخمی ہے بہت گیسوؤں والا نہ اُٹھے گا

اُٹھو علی اکبرؑ تمھیں سینے سے لگاؤں
شادی کی جو رسمیں ہیں ذرا اُن کو بڑھاؤں
اُبٹن ابھی مَل دوں ذرا گنگنا تو کھلاؤں
دُولھا نہ بنے تھے تمھیں دُولھا تو بناؤں
مَولا سے مرے نازوں کا پالا نہ اُٹھے گا
زخمی ہے بہت گیسوؤں والا نہ اُٹھے گا

یہی جوہر ہے حقیقت میں وفاداروں کا
سر پہ سایہ ہو چمکتی ہوئی تلواروں کا
موت کا خوف ہے مجھ کو نہ ہے تیغوں سے خطر
کر چکا وقف رہِ عشق و وفا اپنا سر
اسدؐ اللہ کا دِل ہوں اسدؐ اللہ کا جگر
میں بھی چاہوں تو بنا ڈالوں درِ کوفہ کو سپر
کیوں نہ ہو مجھ میں اثر غالبِ ہر غالب کا
مقصدِ دل ہوں علی ابنِ ابی طالب کا
میری شمشیر سے شمشیرِ علی ملتی ہے
میری تدبیر سے تدبیرِ علی ملتی ہے

میری تقریر سے تقریرِ علی ملتی ہے
میری تصویر سے تصویرِ علی ملتی ہے
میرے ہر رنگ سے خوشبوئے ولی آتی ہے
میری آواز سے آوازِ علی آتی ہے
اہلِ دل مجھکو ولی ابنِ ولی کہتے ھیں
گلشنِ ساقیٔ کوثر کی کلی کہتے ھیں
سازِ تاریخ کا آہنگِ جلی کہتے ھیں
نام لیتے ہیں تو عباسؑ علی کہتے ہیں
عہدِ طفلی سے میں شبیر کا شیدائی ہوں
ناز ہے جس کو غلامی پہ میں وہ بھائی ہوں

کیا خوب مرے لال یہ شادی ہے رچائی
لائے نہ دُلہن بیاہ کے، میّت تری آئی
رو رو کے یہ زینبؑ نے دی بابا کو دُہائی
شبیرؑ نے خود ہاتھوں پہ یہ لاش اُٹھائی
مَولا سے مرے نازوں کا پالا نہ اُٹھے گا
زخمی ہے بہت گیسوؤں والا نہ اُٹھے گا

سب عورتیں محفل میں جمع ہوتی ہیں اکبرؑ
ماں بہنیں ترے واسطے جاں کھوتی ہیں اکبرؑ
اشکوں سے ترے غم میں یہ مُنہ دھوتی ہیں اکبرؑ
سیدانیاں سر کھولے ہوئے روتی ہیں اکبرؑ
مَولا سے مرے نازوں کا پالا نہ اُٹھے گا
زخمی ہے بہت گیسوؤں والا نہ اُٹھے گا

سردار رضا کارِ حسینؑ آئے ہیں پُر نم
جب تک بھی دُھڑکتے ہوئے سینوں میں رہے دم
برپا علی اکبرؑ کا کریں گے یونہی ماتم
اُٹھ جائیں گے دنیا سے تو رہ جائیگا یہ غم
مَولا سے مرے نازوں کا پالا نہ اُٹھے گا
زخمی ہے بہت گیسوؤں والا نہ اُٹھے گا

ہو اگر کامل الایمان وفاداری میں
کیوں نہ مشہور ہو انسان وفاداری میں
ہے عجب زور عجب شان وفاداری
ہے مرے دم سے وفا جانِ وفاداری میں
خادمِ دخترِ سلطانِ مدینہ ہوں میں
آج سے خلق میں سقائے سکینہ ہوں میں

کیا کروں پیاس سے ہے غیر سکینہ کا حال
جنگ کا وقت ہے درپیش ہے جلدی کا سوال
مجھکو خود روکنا پڑتا جب آتا ہے جلال
جب چلا خلق سے وہ آپ جوانی تھا مثال

صبر کل سبطِ پیمبر کو ولی نے بخشا
جس قدر غیظ تھا سب مجھ کو علیؑ نے بخشا

سردار حسین سردار

جنابِ زینبؑ

خیموں میں آگ لگ گئی زینبؑ اکیلی ہے

شامِ غریباں اور ہیں خیمے جلے ہوئے
بالوں سے پردہ داروں کے چہرے چھپے ہوئے
اہلِ حرم ہیں خاک پہ قیدی بنے ہوئے
بیٹھے ہیں اک مقام پہ قیدی لٹے ہوئے
اک دن میں گھر اُجڑ گیا آفت یہ جھیلی ہے
خیموں میں آگ لگ گئی زینبؑ اکیلی ہے

مشکل کشا کی لاڈلی مشکل میں آئی ہے
دُرّے لگا رہے ہیں ستمگر دُھائی ہے
بے پردہ کر دیا ہے قیامت یہ ڈھائی ہے
بابا تمھیں بلاتی ہے زینبؑ تنہائی ہے
اک دن میں گھر اُجڑ گیا آفت یہ جھیلی ہے
خیموں میں آگ لگ گئی زینبؑ اکیلی ہے

بابا ہمارے گھر کو جلایا لعینوں نے
پانی دِکھا دِکھا کے بہایا لعینوں نے
بیمارِ کربلا کو رُلایا لعینوں نے
زینبؑ کو سر برہنہ پھرایا لعینوں نے
اک دن میں گھر اُجڑ گیا آفت یہ جھیلی ہے
خیموں میں آگ لگ گئی زینبؑ اکیلی ہے

جناب سید علی مہدی صاحب بلرامپور

تخیل جناب علی اصغر

(مُسدّس)

اگر میں معرکہ کربلا میں جوان ہوتا تو کیا ہوتا اور کیا کرتا۔

لڑکے میدان میں جب پیر و جوان کام آئے
روندتے لاشوں کو جب دشمنِ اسلام آئے
سنساتے ہوتے تیروں کے یہ پیغام آئے
اور پھر جوش میں واں اصغر گلفام آئے
بے زبانی پہ ابھی اسلام کے دم ساز ہیں یہ
دل ہلے جاتے ہیں سب فوجوں کے جاں باز ہیں یہ

حُرملہ ہوش میں شیروں کا شیر آتا ہے
آنکھوں میں کھبا جاتا ہے
شہسوار ایسا ہے تیروں کی ہوا کھاتا ہے
بھوک اور پیاس میں کمیاں لاتا ہے
نام جس کا ہے تبسم وہ تبسم کی کماں میں جوڑے
صبر کا تیر کہ ترے تیر و کماں کو توڑے
منتظر ہے

مقابلہ
تو اگر ہے شبِ تاریک تو یہ نورِ سحر
تو اگر کفر کی تلوار یہ ایماں کی سپر
بزدلی جتنی ترے پاس یہ اتنا ہی نڈر
تو اگر مقصدِ عنتر تو یہ عزمِ حیدر

اصغرؑ کو رو چکی، علی اکبرؑ کو رو چکی

ماں جائے بھائی حیدرؑ صفدر کو رو چکی

بس انتہا یہ ہے کہ بہتّرؑ کو رو چکی

زینبؑ تو فاطمہؑ کے بھرے گھر کو رو چکی

اک دن میں گھر اُجڑ گیا آفت یہ جھیلی ہے

خیموں میں آگ لگ گئی زینبؑ اکیلی ہے

گردن میں باہیں ڈال کے روئی جگر فگار

رانڈوں کالے کے قافلہ بیٹھی ہے سوگوار

تسکین دے رہی ہے بھتیجے کو بار بار

رَن سے پلٹ کے آئے نہ عباسؑ نامدار

اک دن میں گھر اُجڑ گیا آفت یہ جھیلی ہے

خیموں میں آگ لگ گئی زینبؑ اکیلی ہے

تو یزیدی تو محمدؐ کا سپاہی یہ ہے

خواب سے ہوش میں آ قہرِ الٰہی یہ ہے

تو اگر ظلم کا طوفاں تو یہ غم کا ساحل

تو اگر قاتلِ ایماں تو یہ حق کا بسمل

تو اگر ظلمتِ ناقص تو یہ ماہِ کامل

تو اگر پیکرِ باطل تو یہ اسلام کا دِل!

ہمہ تن کُفر ہے تو حق کا دُلارا یہ ہے

بد نما داغ ہے تو عرش کا تارا یہ ہے

تو خزاں، گلشنِ اسلام کی بُو باس ہے یہ

منزلِ حق سے بہت دور ہے تو پاس ہے یہ

صُغریٰ نے دن گذارے ہیں اکبرؑ کی یاد میں

گیسو نہیں سنوارے ہیں اصغرؑ کی یاد میں

کپڑے نہیں اُتارے ہیں سرورؑ کی یاد میں

بیمار ہو گئی ہے بہتّرؑ کی یاد میں

اک دن میں گھر اُجڑ گیا آفت یہ جھیلی ہے

خیموں میں آگ لگ گئی زینبؑ اکیلی ہے

قیدی بنا رہے ہیں ستمگر میں کیا کروں

تنہا ہے میرا عابدؑ مضطر میں کیا کروں

اے فاطمہؑ کے لاڈلے دلبر میں کیا کروں

ظالم پھرا رہے ہیں کھُلے سر میں کیا کروں

اک دن میں گھر اُجڑ گیا آفت یہ آئی ہے

خیموں میں آگ لگ گئی زینبؑ اکیلی ہے

یاس ہی یاس ہے تو اور ہمہ تن آس ہے یہ

تو جو بے حس ہے تو پیغمبرِ احساس ہے یہ

سُرخیِ ظلم ہے تو درد کا عنوان ہے یہ

جس میں جذبات کی تفسیرِ قرآں یہ ہے

طالبِ کفر ہے تو حق کا طلب گار ہے یہ

موت سے ڈرتا ہے تو زیست سے بیزار ہے یہ

خوابِ غفلت میں ہے تو طالع بیدار ہے یہ

تجھ سے مرحب کیلئے حیدرِ کرار ہے یہ

جنگ کے نام سے تو موت کو آغوش نہ کر

بیتی گزری ہوئی تاریخ فراموش نہ کر

بابا مدد کو آئیے خیر الانامؐ کی
خیمے جلائے لوٹ لی مسند امامؑ کی
خنجر سے ہائے پیاس بجھی تشنہ کام کی
اب سختیاں اٹھاؤں گی میں فوجِ شام کی

اک دن میں گھر اجڑ گیا آفت یہ جھیلی ہے
خیموں میں آگ لگ گئی زینبؑ اکیلی ہے

قاسمؑ کی لاش پر کبھی اصغرؑ کی لاش پر
معصوم سر پٹکتی ہے صفدر کی لاش پر
زینبؑ تڑپتی آئی ہے سرورؑ کی لاش پر
رو رو کے بین کرتی ہے اکبرؑ کی لاش پر

اک دن میں گھر اجڑ گیا آفت یہ جھیلی ہے
خیموں میں آگ لگ گئی زینبؑ اکیلی ہے

مقتل سے آرہی ہیں صدائیں یہ بار بار
ہم سو رہے ہیں خاک پہ تم رہنا ہوشیار
اے فاطمہؑ کی لاڈلی بھائی کی جاں نثار
تم قافلے کی قافلہ سالار سوگوار

اک دن میں گھر اجڑ گیا آفت یہ جھیلی ہے
خیموں میں آگ لگ گئی زینبؑ اکیلی ہے

کیسے کہوں میں شاہ کی ہمشیر الوداع
اے فاطمہؑ کی لاڈلی دلگیر الوداع
اہلِ حرم کی آل کی توقیر الوداع
سردار سوگواروں کی جاگیر الوداع

اک دن میں گھر اجڑ گیا آفت یہ جھیلی ہے
خیموں میں آگ لگ گئی زینبؑ اکیلی ہے

منکروں کا ہے تقاضہ کہ یہ دعویٰ ہے اگر
آؤ اور آ کے دکھا دو تو ذرا کچھ جوہر
بے زبانی میں اشاروں سے بتا دو اصغر
بات تو جب ہے کہ جھک جائے ہر اٹھا ہوا سر
لبِ خاموش سے دنیا کو سبق مل جائے
کفر کے چاہنے والوں کو بھی حق مل جائے

تخیل

جنبشِ لب سے صدا آئی نبی زادہ ہوں
جس میں سب کچھ ہے لکھا وہ ورقِ سادہ ہوں

دشمنِ کفر ہوں اسلام کا دلدادہ ہوں
جنگ کرنے کے لئے لاکھوں سے آمادہ ہوں
میں فنا ہوں گا تو اسلام بقا پائے گا
کارنامہ مرا اشکوں سے لکھا جائے گا

کیا مسلمانوں کو غم ہے میں اگر پیاسا ہوں
تین دن سے نہ ہوئے لب مرے تر پیاسا ہوں
اب یہ عالم ہے کہ کہتی ہے نظر پیاسا ہوں
میں دلِ ساقیِ کوثر ہوں مگر پیاسا ہوں
جان دینے کی تمنا ہی جو بیتاب ہوں میں
آبروِ دین کی رہ جائے تو سیراب ہوں میں

شمیم امروہوی

مُسَدَّس

(جناب فِضّہ کی شان میں)

بزمِ نسواں کے لئے حق کی عطا ہے فِضّہ
بحرِ انوار میں کشتیٔ وفا ہے فِضّہ
چہرۂ مریم و سارہ کی ضیا ہے فِضّہ
خانۂ فاطمہ زہرا کا سُہا ہے فِضّہ
صدقِ دل سے اگر اس کی کوئی باندی ہو جائے
دیکھ لے غور سے مٹی کو تو چاندی ہو جائے

اِن کی آغوش میں دست و لب و تقریر رہے
اِن کی آغوش میں قرآن کی تفسیر رہے
اِن کی آغوش میں اسلام کی جاگیر رہے
اِن کی آغوش میں شبّرؑ رہے، شبیرؑ رہے
پیکرِ نور نہیں آئینہ بر دوش کہو
اِن کی آغوش کو اسلام کی آغوش کہو

اُس کے اسرار کی وسعت ہے حدوں سے باہر
ہے تگ و دو میں ابھی جستجوئے دینِ بشر
جوہری فکر طلب سوچ میں ہیں کیمیا گر
جتنے پوشیدہ ہیں اُتنے ہی نمایاں جوہر
ماجرا کیا ہے خدا جانے یہ قصّہ کیا ہے
سورۂ دہر بتائے گا کہ فِضّہ کیا ہے

تشنگی میری زمانے کے لئے جام و سبو
میرے کہلانے سے پھیلی ہے چمن میں خوشبو
سینۂ دہر میں پیوست ہے پیکانِ گلو
سرخیٔ کرب و بلا بن کے رہا میرا لہو
خون سے سینچا ہے اسلام کا گلشن میں نے
کر دیا نذرِ خزاں اپنا نشیمن میں نے

بچپنے کا ابھی سن اور جوانوں کی صفات
چلنا ممکن نہیں لیکن میرے قدموں میں ثبات
پیاس سے جاں بلب اور سامنے دریائے فرات
موت کو کھیل سمجھتا ہے مرا عزمِ حیات

ظلمتوں میں بھی اُجالا ہی اُجالا ہوگا!
اِک تبسم سے زمانہ تہ و بالا ہوگا

میرے سینے میں ہے محفوظ دلِ پیغمبر
غیر ممکن ہے کہ باطل سے جھپک جائے نظر
حیدری شان سے شبیر کا ہوں سینہ سپر
کانپتا ہے مرے حز لوں سے یزیدی لشکر
موت کے وقت بھی چہرے پہ بحالی ہوگی
ساری دنیا سے مری جنگ نرالی ہوگی

مُحسنِ آئینۂ کردار سے کردار ملا
عزم اور حوصلۂ حیدرِؑ کرّار ملا
صبرِ خاتونِ جناں شاملِ افکار ملا
خُلقِ شبّرؑ سے تو شبّیرؑ سے ایثار ملا

تیری سیرت سے وہی بوئے وفا آتی ہے
جیسی عبّاسؑ کے پرچم سے ہوا آتی ہے

اپنی آنکھوں سے محمّدؐ کا گھرانہ دیکھا
ہیبتِ عہدِ یداللہ کا چھانا دیکھا
باقرؑ و عابدؑ و سبطینؑ کا آنا دیکھا
تُو نے تو پانچ اماموں کا زمانہ دیکھا

پنجۂ صبر سے ہر ظلم کو موڑا تُو نے
انقلاب آئے مگر ساتھ نہ چھوڑا تُو نے

حدِ امکاں سے بھی آگے تری عظمت کا بیاں
بند رکھی ہے خود اپنے لئے خود اپنی زباں
لب پہ چالیس برس آیا تو آیا قرآں
تجھ پہ نازاں نہ ہوں کیوں شبّرؑ و شبیرؑ کی ماں

عُمر بھر خدمتِ زہراؑ کا تجھے پاس رہا
قبلِ حسنینؑ کے آغوش میں عباسؑ رہا

اللہ اللہ شرفِ خادمۂ بنتِ نبیؐ
اک جگہ دہر میں فضہ کو اشارے سے ملی
اُس کے قدموں پہ تصدق گُہر و تاج سبھی
سیم تن ہوگئی پہلے تھی کنیزِ حبشی

گھر میں حسنینؑ کے ٹھہری تھی جو باندی کی طرح
آج ہے دامنِ قرآں میں چاندی کی طرح

نوجواں ہوتا تو میں ثانیِ اکبر ہوتا
اور جواں ہوتا تو عباسِ دلاور ہوتا
اور کچھ بڑھتا تو پھر حمزہ و جعفر ہوتا
بڑھتے بڑھتے میں یونہی فاتحِ خیبر ہوتا

فضلِ خالق سے مجھے زور وہی مل جاتا
درِ کوفہ درِ خیبر کی طرح ہل جاتا

جناب نسیم امروہوی

ثانیِ زہراؑ جنابِ زینبؑ کی شان میں

مسدّس

شریکِ صبرِ شہِ مشرقین ہیں زینب
کہ عینِ فاطمہ کی نورِ عین ہیں زینب
دلِ محمد و حیدر کا چین ہیں زینب
خدا کی راہ میں بالکل حسین ہیں زینب

حسین مردِ رہِ انقلاب ہیں گویا
یہ عورتوں میں عمل کی کتاب ہیں گویا

نکلی قرآں سے زمانے کا مقدر بن کر
پھیلی دنیا میں سخاوت کا سمندر بن کر
چمکی انگشتریٔ بنتِ پیمبرؐ بن کر
آ گئی دستِ سوالی میں تونگر بن کر

بخت بیدار تھا پاس اہلِ کرم کے آئی
پنجتنؑ والی تھی پنجے میں علم کے آئی

دیکھئے مقبرۂ ثانیٔ زہراؑ کو جناب
اب بھی ڈیوڑھی پہ وہ حاضر ہے برائے آداب
پوچھئے اس کی عقیدت کا ذرا اس سے حساب
ہو گا گیا اس کے علاوہ لبِ فضّہ پہ جواب

خدمتِ بنتِ علیؑ ہی میں سکوں پاؤں گی
بن کے چاندی میں کواڑوں سے لپٹ جاؤں گی

رنج و آلام میں تکلیف و پریشانی میں
مشکلوں میں وہی صورت وہی آسانی میں
سجدۂ شکرِ خدا غم کی فراوانی میں
رنگ تو نے بھی بھرا فطرتِ انسانی میں

نقش ہے ہر تری ایثار شعاری فضّہ
کربلا والے بھی کہتے ہیں ہماری فضّہ

ہر قدم بیش بہا پایا ہے تو نے انعام
خدمتِ آلِ پیمبرؐ کا صلہ گام بہ گام
عصرِ عاشور جو رخصت کے لئے آئے امامؑ
درِ فضّہ سے کہا، ہو مرا فضّہ پہ سلام

سنتے ہی شہ کی صدا ہاتھ دعا کو پھیلائے
موت آ جائے مجھے سبطِ پیمبرؐ بچ جائے

حسین صبر کا آغاز ہیں تو یہ انجام
حسین دینِ نبیؐ کی بقا ہیں اور یہ دوام
حسین امام یہ تکمیلِ مدعائے امام
حسین فاتحِ کرب و بلا یہ فاتحِ شام

انہوں نے قصرِ رعونت جلا کے خاک کیا
یزیدیت کا کلیجہ انہوں نے چاک کیا

جناب مریم و سارہ کہاں ہیں دیں تو جواب
انہیں بھی ثانیٔ زہراؑ ملا نبی سے خطاب
جلالِ حیدرِ صفدر ہے انکے رخ کی نقاب
جو بول اٹھیں تو علی ہیں جو چپ ہیں تو کتاب

رہیں خموش تو خود ظلم کو حجاب آیا
زبان کھولی تو کوفے میں انقلاب آیا

اگرچہ آلِ کسا میں نہیں ہے اُن کا شمول
مگر پلی تو ہیں پی کر یہ شیرِ بنتِ رسول
وہی علی کی ہے طینت وہی خمیرِ بتولؑ
اسی چمن کی کلی ہیں حسین جس کے ہیں پھول

یہ کیوں کہوں کہ یہ ایسی ہیں اور ویسی ہیں
بس ایک بات ہے کافی حسین جیسی ہیں

یہ وہ جن کے اشاروں پہ حق کا کام چلے
حرم انہی کی قیادت میں صبح شام چلے

لاکھ چاہا پہ محمدؐ کا نواسہ نہ رہا
خنجرِ ظلم چلا حق کا شناسا نہ رہا
دینے والا تھا جو گھر بھر کو دلاسہ نہ رہا
حوضِ کوثر پہ گیا، ہائے وہ پیاسا، نہ رہا
خیمہ گاہِ حرمِ پاک میں لشکر آیا
نوکِ نیزہ پہ سرِ سبطِ پیمبرؐ آیا

جنابِ شاہد نقوی

مُسدّس

(جنابِ فاطمہ زہراؑ)

تطہیرِ فاطمہؑ کی طبیعت کا نام ہے
اسلام شاہزادی کی سیرت کا نام ہے
ایمان صبر و شکر کی عادت کا نام ہے
زہراؑ کتابِ درد کی آیت کا نام ہے
غم میں سپر ہے فاتحِ بدر و حنین کی
معیارِ صبر یہ ہے کہ ماں ہے حسینؑ کی

یہ رک گئیں تو پھر عابد نہ ایک گام چلے
ہم ان کو کیا کہیں مرضی پہ خود امام چلے
علی نے بیچ کے سر لی تھی کبریا کی رضا
اب ان کی بیٹی کی میراث ہے خدا کی رضا

بیاں ہو کیا شرفِ بنتِ شاہِ قلعہ شکن
ملی نبیؐ کی زباں ان کو فاطمہ کا دہن
علی کا طرزِ سخن بھائیوں کا خلقِ حسن
اس ایک تن میں سمائے ہیں پنجتن کے چلن
عجب نہ تھا جو شہِ خاص و عام ہو جاتیں
نہ ہوتیں پردہ نشیں تو اِمام ہو جاتیں

عجیب کام کیا تو نے مرحبا زینب
معینِ مقصدِ سُلطانِ کربلا زینب
حسینؑ منزلِ حق ہیں تو حق نُما زینب
وہ ابتدائے شہادت تو انتہا زینب
برائے نام شہیدوں کا نام رہ جاتا
جو یہ نہ ہوتیں ادھورا پیام رہ جاتا

اخی کے ساتھ کبھی غم کو غم نہیں سمجھا
ستم کو بھائی کی خاطر ستم نہیں سمجھا
علی سے گھٹ کے انہیں ایکدم نہیں سمجھا
حسین نے بھی انہیں ماں سے کم نہیں سمجھا

قندیلِ عرشِ عظمتِ اِنساں ہے فاطمہؑ
شکلِ بشر میں آیتِ یزداں ہے فاطمہؑ
محبُوبِ پر حبیب کا اِحساں ہے فاطمہؑ
ایمانِ کُل علیؑ، دلِ ایماں ہے فاطمہؑ
شوہر ملا خدا سے، شرافت رسولؐ سے
عصمت سمجھ میں آتی ہے نامِ بتولؑ سے

مثلِ نبیؐ یقین کا محور ہے فاطمہؑ
وحیِ اِلٰہ قلبِ زمیں پر ہے فاطمہؑ
تسکینِ دیں، قرارِ پیمبر ہے فاطمہؑ
کوثر ہے آل، منبعِ کوثر ہے فاطمہؑ
اِن سے عطائے خالقِ کُل کا پتا چلا
یہ آگئیں تو نامِ رسولِؐ خدا چلا

قرآنِ صبر و ضبط کی تفسیر فاطمہؑ
یزداں پسند معنئِ تطہیر فاطمہؑ
ایماں کے آفتاب کی تنویر فاطمہؑ
ہر رُخ سے اپنے باپ کی تصویر فاطمہؑ
جبریلؑ اُن کے باب میں گر گفتگو کرے
بی بی کا نام لینے سے پہلے وضو کرے

چشمِ نبیؐ کے خواب کو کہتے ہیں سیّدہؑ
عصمت کے آفتاب کو کہتے ہیں سیّدہؑ
قرآن کے جواب کو کہتے ہیں سیّدہؑ
منھ بولتی کتاب کو کہتے ہیں سیّدہؑ
یہ ذات یُوں کتاب کی تفسیر بن گئی
لفظوں میں ڈھل کے آیۂ تطہیر بن گئی

یہ بھائی وہ ہے کہ جانا بہن کو جاں کی طرح
یہ وہ بہن ہے جو بھائی کو روئی ماں کی طرح
اُنہی کے ساتھ تھیں اشکوں سی گرچہ آنکھیں تر
جمی ہوئیں تھیں نگاہیں مگر فریضے پر!
اُدھر تھا سلسلہ حادثات پیشِ نظر
اِدھر حفاظتِ ناموسِ احمدؐ و حیدرؑ
اُدھر یہ فکر کہ منجدھار میں سفینہ ہے
اِدھر کلیجے سے لپٹی ہوئی سکینہ ہے

جناب سیّد علی مہدی صاحب ایڈوکیٹ بلرام پور

شہزادہ علی اکبر کی شان میں

مُسدّس

دنیا میں زندگی کی تمنّا فضول ہے
کانٹا نہیں ہے موت حقیقت میں پھول ہے
حق کو ملے حیات تو مرنا قبول ہے
اکبر ترا جہاد جہادِ رسول ہے
عزمِ دلِ حسین ہے جانِ وغا ہے تو
میدانِ کارزار میں شیرِ خدا ہے تو

تربیتِ رسولؐ کا حاصل ہے فاطمہؑ
ایماں کے اِعتماد کی منزل ہے فاطمہؑ
ہر مرحلے پہ دافعِ مشکل ہے فاطمہؑ
اِسلام کا دھڑکتا ہوا دل ہے فاطمہؑ

تا عمر آبیاریٔ دینِ رسولؐ سے
خوں قطرہ قطرہ رِس گیا قلبِ بتولؑ سے

تبلیغ میں شریکِ رسالت ہے فاطمہؑ
ایماں کی ناگزیر ضرورت ہے فاطمہؑ
اِسلام ہیں رسولؐ، شریعت ہے فاطمہؑ
دنیا کی سمت دین کی حُجت ہے فاطمہؑ

یہ لطفِ کبریا کا عجب اہتمام ہے
جو فاطمہؑ کی گود میں آیا اِمام ہے

حسنینؑ کی رگوں میں رواں تھا اِنہی کا خوں
اِسلام کا محافظِ جاں تھا اِنہی کا خوں
دینِ خدا میں جلوہ فشاں تھا اِنہی کا خوں
باطل کی زد پہ حق کا نشاں تھا اِنہی کا خوں

یہ خون اِستعارۂ حفظِ رسولؐ تھا
یہ خون ہر محاذ پہ خونِ رسولؐ تھا

بیوی بنی تو بیتِ علیؑ جگمگا دیا
ٹوٹا سا گھر تھا اک اُسے جنت بنا دیا
بیوی کا فرض کیا ہے عمل سے دکھا دیا
ہنس ہنس کے غم سہے دلِ حیدرؑ بڑھا دیا

وہ فکر دی کہ دینِ خدا مرحبا کہے
قرآں نظر بلائے تو صلِّ علیٰ کہے

تاریکیوں میں شمعِ فروزاں کہیں تجھے
افسانۂ حیات کا عنواں کہیں تجھے
خاموش کیوں ہے قرآں کہیں تجھے
دردِ دلِ حسین کا درماں کہیں تجھے

روشن ترا ضمیر ہے نورِ بتول سے
جی چاہتا ہے تجھ کو ملا دیں رسول سے

آغوشِ خاصِ زینبِ ناشاد کے پلے
یعنی حسین حسنِ حقیقی کے منچلے

اِس کم سنی میں تجھ کو بحکمِ خدا ملے
پیروں کے تجربے تو جوانوں کے حوصلے
رہتے ہوئے حدود میں حد سے سوا کہیں
اکبر کہیں کہ تجھ کو رسولِ خدا کہیں

دریا میں غرق ہو کے نظر تہ بہ تہ گئی
مانا کہ سیلِ وقت میں ہر چیز بہہ گئی
لیکن نبی کے حُسن کی تصویر رہ گئی
تاریخ اپنے آپ کو دہرا کے کہہ گئی
ہمشکلِ مصطفیٰ ابھی اکبرِ لاجواب ہے
دورِ حسین دورِ رسالتمآبؐ ہے

بچوں کو اس سلیقے سے پالا بتولؑ نے
مرضیٔ کردگار میں ڈھالا بتولؑ نے
صبر و رضا کی راہ پہ ڈالا بتولؑ نے
ہر مرحلے پہ بڑھ کے سنبھالا بتولؑ نے

یہ گود تھی، امامؑ کی پہچان کے لئے
قرآن خود ہی رحل تھا قرآن کے لئے

زہرا جفائے بانیٔ شر دیکھتی رہی
کٹتا ہوا حسینؑ کا سر، دیکھتی رہی
سینے میں ماں کا دل تھا، مگر دیکھتی رہی
اور خیمے میں بہن سوئے در دیکھتی رہی

رن میں جو شورِ قتلِ شہِ کربلا ہوا
اک چیخ منہ سے نکلی کہ اماں یہ کیا ہوا

اُس دن سے قبرِ شاہ پہ روتی ہے فاطمہؑ
اور پوچھتا ہے لوگوں سے یہ دینِ مصطفےٰؐ
لوگو! یہی بتولؑ کی خدمت کا ہے صِلہ
کیا خوب تم نے اجرِ رسالت ادا کیا

اللہ کتنے ظلم کئے ہیں بتولؑ پر
لوگو! وہ سارے زخم ہیں قلبِ رسولؐ پر

حصے میں تیرے خلقِ حسن کی ہے کائنات
حق نے عطا کئے ہیں تجھے حیدری ثبات
میخانۂ رسول کی زینت ہے تیری ذات
تو ہے دلِ حسین کا سرمایۂ حیات
واللہ تو سکونِ دلِ اضطراب ہے
شبیر کی کتابِ محبت کا باب ہے

اوصافِ انبیا سے ملے ہیں تجھے صفات
تیرا سکوت زینتِ صوتِ لبِ فرات
تیرے قدم کے نقش کو چومے رہِ نجات
تیرا لہو ہے سرخیٔ افسانۂ حیات

شبیر کی نگاہ میں جو کامیاب ہے
قرآں کو جس پہ ناز ہے تو وہ کتاب ہے

تاریکیٔ جہاں کے لئے روشنی ہے تو
مغلوب جس سے موت ہو وہ زندگی ہے تو
میدانِ کارزار میں مثلِ علیؑ ہے تو
بے مثل و بے نظیر مثالِ نبیؐ ہے تو
لاریب ہم شبیہِ رسالتؐ مآب ہے
جس کا نہیں جواب تو اس کا جواب ہے

جناب پیام اعظمی (انڈیا)

مُسدّس

فلسفۂ غم

جس کو احساسِ محبت ہے وہ روئے گا ضرور
جس کے سینے میں حرارت ہے وہ روئے گا ضرور
درد جس دل میں امانت ہے وہ روئے گا ضرور
جس کو کچھ خوفِ مشیّت ہے وہ روئے گا ضرور
وقت پڑ جائے تو ہر اہلِ زمیں روتا ہے
صرف شیطان زمانے میں نہیں روتا ہے

کہتے ہیں خوف کی بنیاد ہیں یہ اشکِ رواں
تم نے دیکھا نہیں شاید ابھی اندازِ فغاں
ہوتے ہیں تیغوں کی جھنکار میں ہم نوحہ کُناں
کرتے ہیں تذکرۂ دردِ سرِ نوکِ سِناں
ہاں یہ سچ ہے کہ رہِ ظلم میں آگے تو نہیں
رونے والے کبھی میدان سے بھاگے تو نہیں

دیدۂ نوحؑ سے پوچھے کوئی لذت اِس کی
دلِ ایوبؑ بتائے گا حلاوت اِس کی
چشمِ یعقوبؑ نے پائی ہے بصیرت اِس کی
ابنِ مریمؑ کو بھی پڑتی تھی ضرورت اِس کی
حضرتِ آدمؑ و حوّا کی روایت ہے یہی
انبیاءؑ نے جو نکالی ہے وہ بدعت ہے یہی

کی کتاب میں
صورت کا تذکرہ ہے نبی
کامیاب میں
تو کامیاب ہے نظر
بو تراب میں
ایماں کا رنگ بوئے گل
شباب میں
اسلام کی حیات ہے تیرے
سکون ہے
خوفِ خیالِ موت نہیں اب
کا خون ہے
اسلام کی رگوں میں ترے دل

و تشنہ کام
اکبر گرے جو گھوڑے سے ناشاد
سا امام
پہنچا مدد کے واسطے شبیر
کیا سلام
تن میں سکت نہ تھی تو نظر سے
ہے تمام
کی عرض جاں بلب ہوں مرا کام

میں پی چکا
جامِ شہادت آپ کے صدقے
جی چکا
جتنا خدا کے حکم سے جینا تھا

آپ ہیں
مرضی خدا کی صبر کا ارمان
آپ ہیں
قرآں کو جس پہ ناز وہ قرآن
آپ ہیں
اہلِ حرم کے نام پہ قربان
آپ ہیں
بابا مری پھپھی کے نگہبان
خفا نہ ہو
اے حرم سے اے مرے بابا
پر ردا نہ ہو
ایسا نہ ہو کہ ان کے سروں

انھیں اشکوں سے تو اقوامِ اُمم زندہ ہیں
ہے اَدب زندہ اگر نغمۂ غم زندہ ہیں
زورِ جب تک ہے زبانوں میں قلم زندہ ہیں
طفلِ نَو رو کے بتاتا ہے کہ ہم زندہ ہیں
سانس لینے نہیں پاتے کہ گذر جاتے ہیں
جن کو رونا نہیں آتا ہے وہ مرجاتے ہیں
شوق تھا ہم کو مٹانے کا ستمگاروں میں
شوق تھا، ڈال دو اِس قوم کا خوں گاروں میں
کوئی زندہ نہ بچے شر کے عزاداروں میں
زندہ چُنوائے گئے ظلم کی دیواروں میں
مِٹ گئیں سلطنتیں دیدۂ غم باقی ہیں
دیکھ اشکوں کا یہ اعجاز کہ ہم باقی ہیں

ڈرتے رہتے ہیں سدا اہلِ سیاست اِس سے
حق پسندوں کو ملا کرتی ہے طاقت اِس سے
ہوتی ہے لرزہ بر اندام حکومت اِس سے
کانپتا ہے دلِ اربابِ عداوت اِس سے
ظلم کے ہر در و دیوار ہلا دیتا ہے
ہے تو پانی یہ مگر آگ لگا دیتا ہے
اِنھیں اشکوں نے سنوارے ہیں زمانے کے مزاج
اِنھیں اشکوں نے لیا اہلِ عقیدت سے خراج
اِنھیں اشکوں نے کیے ظلم کے لشکر تاراج
اِنھیں اشکوں نے اُتارا سرِ باطل سے تاج
ٹپکا آنکھوں سے شہ تشنہ دہانی بن کر
اُبھرا مختار کی تلوار کا پانی بن کر

سیّد سردار حسین اور سیّد ناظر حسین ناظرؔ

نوحہ

کہا رباب نے اے شیر خوار آجاؤ
بہت اُداس ہے دلِ غم گسار آجاؤ
سکینہ پانی نے کب سے انتظار میں ہے
پکارتی ہے تمہیں بار بار آجاؤ
پھپھی کو عون و محمدؐ کا غم نہیں لیکن
تمہارے آنے کا ہے انتظار آجاؤ
اندھیری رات میں ماں ڈھونڈنے کدھر
پلٹ کے خیمہ میں اے شیر خوار آجاؤ

تم ہی سے اکبر مہ رو کے بعد ڈھارس تھی
بس ایک بار فقط ایک بار آجاؤ
یہ مانتی ہوں لٹایا ہے آپ ہی گلشن
خزاں کے دور میں بن کر بہار آجاؤ
ہے وقتِ خواب سکینہ پکارتی ہے تمہیں
بہن کی آنکھ میں بن کر خمار آجاؤ
بہن کو آکے تسلی تو دو علی اصغر
بلا رہا ہے سکینہ کا پیار آجاؤ
یہ جانتی ہوں کہ بابا کے پاس رہنا ہے
چلے بھی جانا مگر ایک بار آجاؤ

نوحہ

لٹ کے زینب آئی ہے

لُٹ کے زینب آئی ہے۔ لٹ کے زینب آئی ہے

بین تھے یہ دکھیا کے میں سکوں کہاں پاؤں
ہائے اپنے بھائی کو ڈھونڈھنے کہاں جاؤں
اپنا منہ میں اماں کو کس طرح سے دکھلاؤں
اب مدینے میں قسمت کس طرح سے لائی ہے
لُٹ کے زینب آئی ہے۔ لُٹ کے زینب آئی ہے

کیا خبر تھی یہ ظالم گھر مرا جلائیں گے
میرے بھائی کے سر کو نیزے پر چڑھائیں گے
تشنہ لب بھتیجے کو بیڑیاں پہنائیں گے
ضبطِ غم کی ملکہ نے ہر سزا اٹھائی ہے
لُٹ کے زینب آئی ہے۔ لٹ کے زینب آئی ہے

جب مدینہ جاؤں گی کیا کہوں گی صغرا سے
مر گیا تیرا بھائی کیا کہوں گی صغرا سے
قتل ہو گئے بابا کیا کہوں گی صغرا سے
آج میرے کنبے کی شام سے رہائی ہے
لٹ کے زینب آئی ہے۔ لٹ کے زینب آئی ہے

کیا کہا! مجرم ہے اسلام میں یہ آہ و فغاں
کیا کہا! حق کا گنہ گار ہے ہر نوحہ کناں
کیا کہا! دین میں بدعت ہے غریبوں کی فغاں
غم کی توہین بہت کر چکے اے اہلِ جہاں
اپنے خود ساختہ فتووں کی دکاں بند کرو
سُن نہ لیں مادرِ شبیرؑ زباں بند کرو

جب بہاتے ہیں غم و درد کے مارے آنسو
بنتے ہیں دیدۂ زہراؑ میں ستارے آنسو
کہتی ہے رحمتِ حق، لاؤ یہ پیارے آنسو
مرہمِ زخمِ شہِ دیں ہیں ہمارے آنسو
فاطمہؑ جذبِ محبت کا صلا دیتی ہیں
دیکھتی ہیں ہمیں روتا تو دعا دیتی ہیں

کہتی ہیں اے مرے شبیرؑ پہ رونے والو
ستمِ لشکرِ بے پیر پہ رونے والو
کشتۂ خنجر و شمشیر پہ رونے والو
خون میں ڈوبی ہوئی تقدیر پہ رونے والو
کیا کروں گی جو تہی دست سوالی رہ جائے
رونے والو مرا رومال نہ خالی رہ جائے

جناب رضا عارف

مُسَدّس

(جناب زینبؑ و حضرت عباسؑ)

نفسِ عنوانِ وفا زینبؑ و عباسؑ رہے
روحِ عرفانِ وفا زینبؑ و عباسؑ رہے
وزنِ پیمانِ وفا زینبؑ و عباسؑ رہے
شرحِ قرآنِ وفا زینبؑ و عباسؑ رہے
اک نے کٹوا دیئے شانے وہ علمداری کی
اک نے کوفے میں بھائی کی عزاداری کی

کون؟ عباسؑ جسے شہؑ کی بضاعت کہیئے
کون زینبؑ جسے مظلوم کی طاقت کہیئے
ایک ہے وہ جسے اللہ کی رحمت کہیئے
دوسری وہ جسے ایماں کی مشیت کہیئے
بڑھ کے دریا پہ رجز اک نے قیامت کی ہے
ایک نے مقصدِ سرورؑ کی اشاعت کی ہے

دونوں بے مثل تھے، یکتائے زمانہ دونوں
ساتھ سرورؑ کے ہوئے گھر سے روانہ دونوں
ہر مصیبت میں رہے شانہ بہ شانہ دونوں
نذر کرتے گئے چاہت کا خزانہ دونوں
ہو مگر پیرویٔ شاہِ زمن ایسی ہو
بھائی ایسا ہو کسی کا تو بہن ایسی ہو

یہ کہو مدینے میں اے مرے وطن والو
آہ اے چمن والو
لٹ گیا چمن میرا
آؤ آ کر پرسا دو مجھکو اے بہن والو
اب کہاں وہ بھائی ہے
ساتھ تھا جو کل میرے
لٹ کے زینب آئی ہے
لٹ کے زینب آئی ہے لٹ کے زینب آئی ہے

سب سے پہلے جاؤں گی اپنی ماں کی تربت پر
اور کہوں گی رو رو کر حال اپنی غربت پر
چل گئی چھری اماں آپ کی امانت پر
میں یہاں ہوں اے مادر کربلا میں بھائی ہے
لٹ کے زینب آئی ہے لٹ کے زینب آئی ہے

کونسی گھڑی ہائے مجھ کو کربلا لائی
دیکھا وہ سب ہی میں نے موت نہ مجھے آئی
صدقے کر دیئے بیٹے پھر بھی نہ بچا بھائی
اب کہوں گی رو رو کر یا نبی دہائی ہے
لٹ کے زینب آئی ہے لٹ کے زینب آئی ہے

باغِ عرفاں کے تھے دونوں ہی مہکتے ہوئے پھول
ایک پیغمبرِ فرض، ایک امانت کی رسولؑ
اک مناجاتِ خلوص، ایک دعائے مقبول
اک تمنائے علیؑ، ایک تمنائے بتولؑ
ایک تنہا جنگ میں حیدرؑ کی نیابت کیلیے
اک سپر بن گئی بھائی کی حفاظت کے لئے

سبطِ احمدؐ کی اطاعت پہ تھے نازاں دونوں
بھائی کے حکم کو سمجھا کئے ایماں دونوں
راہِ الفت میں رہے شمعِ فروزاں دونوں
ہو گئے مقصدِ شبیرؑ پہ قرباں دونوں
بہہ گیا ایک دلِ خونِ تمنا ہو کے
ایک نے آنکھوں سے امنڈے ہوئے آنسو کے

دونوں تصویرِ ثباتِ شہِ دلگیر بنے
منزلِ عزم میں آئینۂ شبیرؑ بنے
دینِ احمدؐ کی چمکتی ہوئی تقدیر بنے
ذبح باطل کو کیا جس نے وہ شمشیر بنے
چھین کر نہر اگر ایک نے دم توڑ دیا
اک نے کوفے میں سرِ ظلم و ستم توڑ دیا

ان کی توقیر کو اعلےٰ نسبی سے پوچھو
مرتبہ ان کا رسولِ عربی سے پوچھو
ان کا ایثار جگر بندِ نبیؐ سے پوچھو
تشنگی ان کی حدِ تشنہ لبی سے پوچھو
ایک نے پا کے نہ ہونٹوں سے لگایا پانی
اک نے پایا تو یتیموں کو پلایا پانی

جنابِ ثمر ہلوری

مسدّس

اٹھو اے خاک نشینانِ بزمِ غم اٹھو
اٹھو بہ چاک گریباں بہ چشمِ نم اٹھو
بہ سینہ دست و بہ لب نالۂ الم اٹھو
کئے ہوئے سرِ تسلیم اپنے خم اٹھو
حدِ نگاہ میں اک محتشم سواری ہے
نظر جھکاؤ کہ زینب کی یہ عماری ہے

مہیبِ شامِ غریباں سلام کہتا ہے
جلالِ صبحِ اسیراں سلام کہتا ہے
شکوہِ صبرِ فراواں سلام کہتا ہے
شکستہ ظلم کا زنداں سلام کہتا ہے
بلا کی قید سے اب چھوٹ کر چلی زینب
یزیدیت کا گلا گھونٹ کر چلی زینب

چھپا تھا پردۂ باطل کی اوٹ میں واللہ
جمالِ اشہدُ ان لا الٰہ الا اللہ
سرِ برہنۂ زینبؑ پہ شاہ کی تھی نگاہ
مہم جو آخری تھی تو نے سر کی خواہرِ شاہ

اک نے ساکت کیا بیعت کے طلبگاروں کو
کر دیا اک نے فدا بھائی پہ مہ پاروں کو
شہ تک آنے نہ دیا ایک تے تلواروں کو
ایک نے فتح کیا شام کے بازاروں کو
ماہ و انجم سے درخشاں ہے وفا دونوں کی
تا قیامت نہیں مٹ سکتی عزا دونوں کی

جناب پیام اعظمی

مُسدّس

صُلحِ حسنؑ

صُلح خوشبوئے محبت ہے گلستاں کے لئے
روحِ تہذیب ہے اِس عالمِ امکاں کے لئے
صُلح اللہ کی رحمت ہے ہر انساں کے لئے
صُلح معیارِ شجاعت ہے مسلماں کے لئے
کارِ فرار نہیں یہ بھی ہے جرّار کا کام
اہلِ حق صلح سے بھی لیتے ہیں تلوار کا کام

نقابِ چہرہ باطل آتاری تو نے
علی کے بھیس میں کی ہے پیمبری تو نے
وہ تیر خطبۂ حق آشنا علی گفتار
وہ نعرۂ توحید مصطفٰے کردار
وقارِ فرق برہنہ پہ سیدہ میں نثار
دمشق و کوفہ کی منزل مباہلہ معیار
جہاں میں عام کیا تو نے مقصدِ سرور
ترے وجود پہ نازاں ہے خالقِ اکبر

نبی کی لاڈلی بیٹی کی جانشیں زینب
تو ہے محافظ اسلام بالیقیں زینب
خدائے پاک کی اک آیتِ مبیں زینب
امانتِ غمِ شبیر کی امیں زینب
قریب مرقدِ سلطان کربلا پہونچی
نبی کے روضے پہ گویا کہ فاطمہ پہنچی
غبارِ دشت بلا اٹھا بہر استقبال
دلوں پہ اہلِ حرم کے جمی ہے گردِ ملال
عجیب عابدِ مضطر کا فرطِ غم سے ہے حال
نجانے سوچ کے کیا دلہن بیبیاں ہیں نڈھال

صلح شبنم ہی نہیں برقِ شرربار بھی ہے
صبر خاموش بھی ہے تیغ کی جھنکار بھی ہے
خنکیٔ بزم بھی ہے گرمیٔ پیکار بھی ہے
صلح ہمت کے لئے فتح کا معیار بھی ہے
جب کمیں گاہوں سے ناوک فگنی ہوتی ہے
پردۂ صلح میں خیبر شکنی ہوتی ہے

صلح آئینۂ اخلاقِ وفا ہے یارو
صلح اسلام کے چہرے کی ضیا ہے یارو
صلح بھی جرأت و ہمت کی ادا ہے یارو
صلح بھی کفر سے اک طرزِ وغا ہے یارو
صلح کب زورِ الٰہی کی طلب گار نہیں
فرق اتنا ہے کہ اس تیغ میں جھنکار نہیں

صلح ٹھوکر ہے منافق کی سیاست کے لئے
صلح اک ضرب ہے باطل کی حکومت کے لئے
صلح آئینہ ہے ہر چشمِ بصیرت کے لئے
صلح ہوتی ہے مشیت کی ضرورت کے لئے
صلح بھی خیبر و خندق کا مزا رکھتی ہے
صلح بھی دبدبۂ کرب و بلا رکھتی ہے

صلح اور جنگ ہیں اسلام کی شمشیریں دو
ایک ہی شمع سے نکلی ہوئی تنویریں دو
ایک بنیادِ صداقت پہ ہیں تعمیریں دو
یعنی کردارِ نبوت کی ہیں تصویریں دو
جنگ کی بات شہِ تشنہ دہن سے پوچھو
صلح کہتے ہیں کسے جا کے حسنؑ سے پوچھو

نہ قاسمؑ نہ علی اکبرؑ نہ عباسؑ سے
نہ لشکر سے نہ سپاہ سے نہ کثرتِ النا سے

بدل چکا ہے زاویاتِ ظلم کا نقشہ
سمٹ چکی ہے بہت کچھ یہ ظلم کی دنیا
نہیں جو کوئی تو جابر سے کہئے اے مولا
کہ خیر مقدمِ زینب کو اٹھ کے جائیں ذرا
فقیہہ عصر ہے، مومن ہی، بوترابی ہے
یہ تین پشتوں کا پرکھا ہوا اصحابی ہے

بہ حکم شاہِ شہیداں بہ رنگِ نالہ و آہ
اٹھے مزارِ شہِ دیں سے جابرِ غم خواہ

بڑھے جو آگے جھکائے ہوئے ادب سے نگاہ
تو دیکھا آلِ پیمبرؐ کا غم سے حال تباہ
تمام اہلِ حرم زار زار روتے تھے
جو ساتھ ساتھ تھے پیدل سوار روتے تھے

عماریوں میں تھیں وہ بانوانِ فخرِ عرب
رباب ایک میں کلثوم ایک میں زینب
خموش دیکھ کے جابر تھے یہ تھی جائے ادب
رضا کی راہ میں تھے مشتریٔ مرضیٔ رب
تھا غم کی آگ سے جابر کا قلب زار تپاں
بجز الم کے نہ تھی اور کوئی جنس ارزاں

معترضِ صلح کے مفہوم پہ کر غور کبھی
یاد تو ہوگا عہد حدیبیہ میں اندازِ نبیؐ
کی پیمبرؐ نے اگر صلح تو کاتب تھے علیؑ
اہلِ حق صلح سے کرتے نہیں انکار کبھی

معترضِ صلح پہ اربابِ ریا ہوتے ہیں
لالچی مالِ غنیمت کے، خفا ہوتے ہیں

سبطِ اکبرؑ ترا اندازِ وغا کیا کہنا
زندہ باد اے حسنؑ سبز قبا کیا کہنا
زورِ بازوئے شہِ عقدہ کشا کیا کہنا
اِس خموشی پہ ہر انداز فدا کیا کہنا

کفر کی راہ میں دیوار اُٹھا دی تو نے
ظلم کو صلح کی زنجیر پنہا دی تو نے

پھر بھی اے سیدِ مسموم بدن سبز قبا
جسدِ پاک ترا گھوڑوں سے پامال ہوا
ہائے قاسمؑ ترا جس وقت کہ میداں میں گرا
کہتا تھا ہائے چچا، ہائے چچا، ہائے چچا

پہنچے شبیرؑ جو رن میں تو قیامت دیکھی
خاک پہ بکھری ہوئی شیر کی میت دیکھی

رو کے پھیلا دیا مولا نے عبا کا دامن
ٹکڑے چُن چُن کے جو رکھتے تھے شہِ تشنہ دہن
ہائے قاسمؑ کبھی کہتے تھے، کبھی ہائے حسنؑ
خاک اُڑاتے ہوئے مرقد سے اُٹھے قلعہ شکن

جمع میت ہوئی قرآن کے پاروں کی طرح
لے چلے لاش کے ٹکڑوں کو جنازوں کی طرح

مزارِ شاہِ ہدیٰ پر جو پہنچے عابدِ زار
کہا کہ آیا اسیروں کا قافلہ سالار
ہمارے ساتھ ہیں ماں بہنیں پھوپھیاں زار و نزار
سلام کرنے کو آئے ہیں شام سے ناچار
اسیرِ آتشِ زنداں نبی کی آل رہی
مگر نہ آپ کے مقصد پہ آنچ آنے دی

شہِ جادۂ حق شاہِ دیں سلام علیک
قتیلِ مسلکِ حق الیقیں سلام علیک
تبرکاتِ نبیؐ کے امیں سلام علیک
ہیں آپؐ محسنِ دینِ مبیں سلام علیک

نہ صرف صاحبِ سلطانِ مرسلیں ہیں آپ
پیمبرانِ سلف کے بھی جانشیں ہیں آپ

کہا یہ زینبِ مضطر نے رو کے اے بھیّا
سنانی لائی ہے بیٹی کے مرنے کی دکھیا
اٹھایا یوں تو بصد صبر جو بھی غم گزرا
مگر سکینہ کے مرنے کا غم ہے سب سے سوا
علی کی بیٹی بھی اس غم کی تاب لا نہ سکی
تمہاری خاص امانت کو بچا نہ سکی

جناب پیام اعظمی (انڈیا)

مُسدّس

اِسلام اور حسینؑ

اے ہم نشیں فسانۂ بن خدا نہ پوچھ
اِسلام پر جو وقتِ مصیبت پڑا نہ پوچھ
بعدِ رسولؐ دہر میں جو کچھ ہوا نہ پوچھ
کس طرح کاروانِ صداقت لُٹا نہ پوچھ
کہتی ہے شامِ غم یہ سحر کے چراغ سے
اِس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اخلاق بے وطن تھا وفا بے دیار تھی
سجدے تھے مضطرب تو نماز اشکبار تھی
کعبہ اُداس، قبرِ نبیؐ سوگوار تھی
ہلتا تھا آسمان زمیں بے قرار تھی
آتی تھی ہر طرف سے صدا شور و شین کی
اِسلام دے رہا تھا دُہائی حسینؑ کی
اِنسانیت ہے کشتۂ بیداد یا حسینؑ
محنت نبیؐ کی ہوتی ہے برباد یا حسینؑ
آواز دی رسولؐ نے فریاد یا حسینؑ
مشکل کُشا پکارے کہ امداد یا حسینؑ
اے چارہ ساز وبیکس و دلگیر المدد
زہراؑ نے دی صدا مرے شبیرؑ المدد

میرے غریب برادر اے میرے ماں جائے
تمہیں بتاؤ تو اب یہ بہن کہاں جائے
تمہارے بعد کئی انقلاب تو آئے
گلے کسی نے تو بازو کسی نے بندھوائے
جلے خیام یتیموں نے سیلیاں کھائیں
ستم کی حد ہے کہ عابد نے بیڑیاں پہنیں

یہ مختصر ہے مشغول ماتم سرور
تھی کربلا میں کئی روز آلِ پیغمبر
لٹا تھا فاطمہ کے لعل کا بھرا ہوا گھر
نگاہِ اہلِ حرم میں وہ خونچکاں منظر

پچھاڑیں کھاتی تھی مغموم خواہرِ شبیر
جگر کو تھام کے روتے تھے عابدِ دلگیر
بنی اُمی تھے عجیب طرح کے زبون و ذلیل
جو کر سکے نہ پیمبر کے حکم کی تعمیل
ادائے اجرِ رسالت میں تھی جو قال و قیل
یہ اصل میں تھی نفاقِ عظیم کی تکمیل
چھری پھری نہ حلقوم ابنِ زہرا پر
تھا بولہب کا نیا وار شاہِ بطحا پر

اُٹھے حسینؑ عزمِ شہادت لئے ہوئے
نانا کی شان، باپ کی جرأت لئے ہوئے
ٹھوکر میں ہر غرورِ حکومت لئے ہوئے
اِسلام کا نوشتۂ قسمت لئے ہوئے
بولے کہ حق پہ آنچ بھی آئے محال ہے
سینہ سپر یہ فاتحِ اعظم کا لال ہے
اِسلام میرے نانا کی عظمت کا نام ہے
اِسلام میرے بابا کی سیرت کا نام ہے
اِسلام میری ماں کی بضاعت کا نام ہے
اِسلام میرے بھائی کی دولت کا نام ہے
اِسلام میرا دل، مری جاں، میرا چین ہے
اِسلام ہی کا اسمِ گرامی حسینؑ ہے

ہاں پاسبانِ دینِ رسولِؐ زمیں ہوں میں
شیرِ خدا نہیں ہے تو خیبر شکن ہوں میں
نورِ خدا ہوں جلوۂ ہر انجمن ہوں میں
اِس عہد کا نبیؐ ہوں، علیؑ ہوں، حسنؑ ہوں میں
جاں دوں گا رُوحِ کفر و ضلالت کو مار کے
ڈوبوں گا زندگی کا سفینہ اُبھار کے
اکبرؑ کہاں ہو، خوں میں نہانے کا وقت ہے
قاسمؑ اٹھو، سر اپنا کٹانے کا وقت ہے
اصغرؑ، گلے کو آج چھدانے کا وقت ہے
عباسؑ آؤ، مشک اٹھانے کا وقت ہے
مُرجھا رہی ہے دھوپ میں کھیتی رسولؐ کی
اُٹھو، بجھا دو پیاس فروع و اصول کی

گزر چکے تھے حدِ ظلم و جور سے اظلم
پہنچ چکے تھے منات و ہبل قریبِ حرم
منافقوں کا بہر حال کھل چکا تھا بھرم
گرا تھا خاک پہ توحیدِ کبریا کا علم
نہ اٹھتا تا بہ ابد پرچمِ رسالت اساس
اٹھا نہ لیتے جو دستِ بریدہ سے عباسؑ
حسین قتل ہوئے گھر ہوا نبی کا تباہ
اسیر آلِ پیمبر ہوئے خدا کی پناہ
برہنہ سر پھری یوں عترتِ رسول اللہ
دیارِ شام کی کوفے کی ہر گلی ہے گواہ

نہ تھی یہ آلِ محمدؐ کی دربدر تشہیر
نفاق کرتا تھا انکارِ آیۂ تطہیر
یہ چور چور کیا کس نے ظلم و جور کا سر
یہ پارہ پارہ کیا کس نے سلطنت کا جگر
یہ ٹکڑے ٹکڑے کیا کس نے تیغِ مسلکِ شر
یہ کس نے توڑ دی دولت کی زرنگار سپر
یہ کوئی اور نہیں زینتِ اب و جد ہے
حسین ابنِ علی کی بہن یہ زینب ہے

آواز آئی قبرِ نبیؐ سے یہ ایک بار
جا میرے لال تیرے اِرادوں کے میں نثار
جا روحِ کائنات کو ہے تیرا اِنتظار
جا، مِٹ رہا ہے میری رسالت کا اِعتبار
نانا کی لاج آج نواسے کے ہاتھ ہے
جا میرے لال میری دعا تیرے ساتھ ہے

اللہ رے انتخاب شہنشاہِ بحر و بَر
اِنسانیت کی عطر تھی وہ فوج مختصر
کردار ساز اِمام نے ڈالی جو اک نظر
پہلو میں حُر کے رکھ دیا عبّاسؑ کا جگر
جو سَدِّ رہ تھا آج وہی سنگِ میل ہے
یہ عظمتِ حسینؑ کی پہلی دلیل ہے

دیں کا سُکون حق کا سہارا تھے سب کے سب
محبوبِ کبریا کی تمنّا تھے سب کے سب
نورِ نگاہِ حیدرؑ و زہرؑا تھے سب کے سب
اپنی جگہ کمال میں تنہا تھے سب کے سب
مُسلم، حبیب، جَون و زُہیر ابنِ قَین تھے
اِس انجمن میں آج بہتّر حسینؑ تھے

قطرے لہو کے گر کے اُٹھاتے تھے زلزلے
زخموں نے توڑ ڈالے تھے تیغوں کے حوصلے
خنجر پہ وار کرتے تھے سُوکھے ہوئے گلے
سینوں نے بند کر دیئے تیروں کے راستے
پیاسوں نے پائے صبر و شجاعت کو گاڑ کے
پھینکا درختِ ظلم کو جڑ سے اُکھاڑ کے

نبی کی طرح جمالِ تدبیر کی وارث
بتول دِش، صفتِ بینظیر کی وارث
جہاں میں قوتِ نانِ شعیر کی وارث
یہ ضبطِ غیظ جنابِ امیر کی وارث
وہ جس کے خطبۂ تبلیغ حق کی دھوم ہے آج
وہ جس کا تذکرہ غم العلوم ہے آج

تنِ حیات میں فرطِ الم سے تھا رعشہ
پریشاں حال تھی اولادِ سیدِ بطحا
اُداس اداس تھی بستی اداس اداس فضا
یہ حال دیکھ کے آئی صدائے شاہِ ہُدا

غریب بھائی کی بیکس بہن مدینے جاؤ
جلو میں لیکے حسینی مشن مدینے جاؤ
نہ آئے صبر کی روشن جبیں پہ کوئی شکن
مدینے جاؤ مدینے مری عزیز بہن
تہ مزار بھی بے چین ہیں رسولِ زمن
بیان اُن سے کرو جا کے حالِ رنج و محن
مرا سلام کہو اپنا حالِ زار کہو
گذر گئی ہے جو ہم پر وہ بار بار کہو

سُنی جو درد میں ڈوبی صدائے شاہِ امم
ہوئے مزارِ شہ دیں سے رخصت اہلِ حرم

جنابِ نسیم امروہوی

مُسَدّس

حضرت علیؑ کی شان میں

مالکِ مسندِ تطہیر و امانت ہیں علیؑ
نورِ وحدت ہیں علیؑ، نورِ رسالت ہیں علیؑ
جسمِ اعجاز علیؑ، روحِ کرامت ہیں علیؑ
مادّی شکل میں اللہ کی طاقت ہیں علیؑ
کیا کہوں میں کہ زمانہ انھیں کیا کہتا ہے
ایسے ہی کچھ ہیں کہ حق عینِ خدا کہتا ہے

مصطفیٰؐ قلزمِ رحمت تو شناور ہیں علیؑ
وہ ہیں آئینہ اُس آئینہ کا جوہر ہیں علیؑ
مالکِ خلد ہیں وہ، ساقیٔ کوثر ہیں علیؑ
دینِ داور ہیں نبیؐ، شرحِ پیمبرؐ ہیں علیؑ
جیسے احمدؐ کا شرف خالقِ غفار کے بعد
ہُو بہُو ایسے ہیں یہ احمدِ مختار کے بعد

شرفِ منزلِ آیاتِ شریفہ ہیں علیؑ
اُمتِ احمدِ مرسل کا وظیفہ ہیں علیؑ
ایک تو نائبِ قدرت کا نمونہ ہیں علیؑ
پھر جو مُصحف سے مُقدم وہ صحیفہ ہیں علیؑ
جب علیؑ عزم کی میزان میں پورے اُترے
تب کہیں عرش سے قرآن کے سُورے اترے

چلے مدینے کی جانب اسیرِ ظلم و ستم
مگر یہ حال تھا رکتے تھے ہر قدم بہ قدم
نہ چھوڑی جاتی تھی بھائی کی قبر زینب سے
کسی طرح بھی نہ ہوتا تھا صبر زینب سے
یہ عزم آلِ پیمبر کا اور یہ استقلال
اٹھا کے غم، ستم و جور کو کیا پامال
ٹھہر کے دیتا تھا توقیرِ ہاشمی کا سوال
بیانِ حالِ دلِ زینبِ حزیں ہے محال
کہ جیسے جیسے مدینہ قریب آتا تھا
کلیجہ ہاتھوں سے زینب کا نکلا جاتا تھا

بیان کرنے لگی یوں بصد فغاں زینب
کہ اٹھئے روضے پہ آئی ہے نانا جاں زینب
جو کچھ گزر گئی کیوں کرے بیاں زینب
سنائے کس کو اسیری کی داستاں زینب
ہم اہلِ بیت کی اللہ رے بے پر و بالی
شہید ہو گئے وارث ہیں گودیاں خالی
برہنہ سر پھرے دینِ خدا بچانے کو
جگہ تو کیا کہ ردا تھی نہ سر چھپانے کو
لٹا کے آئے ہیں اپنے بھرے گھرانے کو
نہ کر قبول مدینہ ہمارے آنے کو
زباں پہ زینب و کلثوم کے یہ نوحہ تھا
ثمر مزارِ حبیبِ خدا کو لرزہ تھا

دینِ اسلام کے اک عاشقِ جانباز علیؑ
طائرِ علم و عمل کا پرِ پرواز علیؑ
رازِ احمدؐ کا جو مصحف ہے تو ہمراز علیؑ
ایک اعجاز وہ ہے دوسرا اعجاز علیؑ

فرق اتنا سا ہے قرآن میں اور حیدرؑ میں
وہ پیمبرؐ کے گھر اُترا یہ خدا کے گھر میں

متصل سرحدِ واجب سے ہے امکانِ علیؑ
جو کہو بعدِ پیمبرؐ وہ ہے شایانِ علیؑ
ہو سکا اہلِ جہاں سے جو نہ عرفانِ علیؑ
غُل مچایا کہ غلو کار غلامانِ علیؑ

ہو رسا ذہن جو قرآن کے اک نقطے تک
سر بسر ان کے فضائل ہیں "الف" سے "ی" تک

"فے" سے فاروق بھی، فارق بھی ہیں، فرقان بھی ہیں
فاتح و فاتحہ بھی، فتح کا فرمان بھی ہیں
فضل بھی، فیض بھی، فیاض بھی، فیضان بھی ہیں
"قاف" سے سورہ ہے تا قاف کہ قرآن بھی ہیں

قابَ قوسین میں قیوم کی قدرت ہیں علیؑ
قُل ھُوَ اللّٰہُ اَحَد کا قد و قامت ہیں علیؑ

مالکِ مملکتِ فتح و ظفر ہیں حیدرؑ
حافظِ ختمِ رسلؐ شام و سحر ہیں حیدرؑ
پشت پر ہے جو نبیؐ کی وہ سپر ہیں حیدرؑ
اپنے بابا کی دعاؤں کا اثر ہیں حیدرؑ

قلب ہیں احمدِ مختارؐ تو یہ قالب ہیں
حق کے طالب ہیں کہ دلبندِ ابوطالبؑ ہیں

سلام

جہاں میں پیش بیٹی باپ کی تصویر کرتی ہے
بھرے بازار میں کوفے کے جب تقریر کرتی ہے
تنِ تنہا جہانِ ظلم کو تسخیر کرتی ہے
تیری مظلومیتِ زینبؑ عجب تاثیر کرتی ہے
رکھے جاتی ہے بنیادِ عزا صبحِ قیامت تک
کہ زینبؑ شام میں بھی ماتمِ شبیرؑ کرتی ہے
شہنشاہِ زمن کے بعد دینِ حق کا افسانہ
بہن اپنے جگر کے خون سے تحریر کرتی ہے

لرز جاتے ہیں دل روتی ہے دنیا خون کے آنسو
لسان اللہ کی بیٹی عجب تقریر کرتی ہے
لہو سے کربلا میں مصحفِ ناطق نے کیا لکھا
بہن ہر ہر قدم پر شام میں تقریر کرتی ہے
اسے بھی چھین لے بڑھ کر کوئی ظالم تو میں جانوں
رخِ زینب کا پردہ چادرِ تطہیر کرتی ہے
یہ عظمت ہے کہ پہلے تجھ سے آکر پوچھ لیتی ہے
امامت حق کی جب کوئی تدبیر کرتی ہے

ذکرِ حق ، ذکرِ نبیؐ ، یادِ نبیؐ ، یادِ علیؑ
فاتحِ بدر و اُحد ، زورِ خدادادِ علیؑ
ہر قدم کیوں نہ ہوں ہم طالبِ امدادِ علیؑ
حق نے مشکل میں محمدؐ سے کہا نادِ علیؑ

دینِ رب کا وہ سمجھتے تھے سہارا ان کو
جب تو خیبر میں بلا خوف پکارا ان کو

فقر پہ اپنے انھیں فخر بھی ہے شاہ بھی ہیں
بدر کے چاند بھی ہیں کعبہ کے وہ ماہ بھی ہیں
شارعِ شرح بھی ہیں خضر بھی ہیں راہ بھی ہیں
بازوئے احمدِ مرسل بھی یداللہ بھی ہیں

ہم نے جنت سے جو پوچھا ترے کیا ہیں حیدرؑ
کھُل کے ہر در نے کہا عُقدہ کُشا ہیں حیدرؑ

زہر آلود وہ تیغ اور وہ یداللہ کا سر
یہ جفا طاعتِ معبود میں اللہ رے گھر
رو کے جبریلؑ نے آواز دی یہ گردوں پر
روؤ اے اُمتیو ہو گئے زخمی حیدرؑ

سجدۂ رب میں امامِ ازلی کو مارا
اک جفاکار نے سجدے میں علیؑ کو مارا

عاشور کی شام اور جنابِ زینب

مُسدّس

عاشور کی شام
تیرگی تجھ کو مبارک ہو یہ عاشور کی شام
عہد ظلمت کی سحر خاتمۂ نور کی شام
شفق افروز ہے خونِ دلِ مہجور کی شام
آج کی شام تو ہے زینبِ رنجور کی شام

آفریں اس پہ بہتر کی عزادار ہے جو
اک لٹے قافلے کی قافلہ سالار ہے جو

اس کی سیرت پہ ہو کیا شامِ غریباں کا اثر
جس نے ظلمت کے گریباں سے نکالی ہو سحر
جس کا ہر مرحلہ اک فرضِ جہادِ اکبر
جس کے دامن سے یتیموں کو ملی بوئے پدر
آیتِ اللہ ہے کردار مکمل جس کا
سایۂ دامنِ رحمت ہوا آنچل جس کا

ایک گرتا ہوا گھر اٹھ کے سنبھالا جس نے
آگ میں پیر کے بچوں کو نکالا جس نے

جناب سیّد سردار حسین سردار

مُسَدّس

یہ دن وہ ہیں کہ بہت سوگوار ہے دُنیا
غمِ حسینؑ میں پھر اشکبار ہے دُنیا

ہر ایک گھر میں محرّم ہے شہؑ کا ماتم ہے
یہ ہم ہی جانتے ہیں جو بھی دل کا عالم ہے
سکونِ قلب بلا ہے جو آنکھ پُر نم ہے
یہ ذکر جس میں بہتّر کا درد ہے غم ہے
یہ دن وہ ہیں کہ بہت سوگوار ہے دنیا
غمِ حسینؑ میں پھر اشکبار ہے دنیا

شمال و مشرق و مغرب منا رہے ہیں اسے
جنوب والے محرّم بنا رہے ہیں اِسے
وہ لوگ دل سے جو اپنے لگا رہے ہیں اِسے
رہِ نجات کا ساماں بنا رہے ہیں اِسے
یہ دن وہ ہیں کہ بہت سوگوار ہے دنیا
غمِ حسینؑ میں پھر اشکبار ہے دنیا
زمانے والو سنو ہم عَلَم اُٹھائیں گے
تمام عمر یونہی روئیں گے رُلائیں گے
منافقین بھلا کیا اِسے چھپائیں گے
کہ جس کا سوگ فرشتے تلک منائیں گے
یہ دِن وہ ہیں کہ بہت سوگوار ہے دنیا
غمِ حسینؑ میں پھر اشکبار ہے دنیا

کر دیا صبر کی راہوں میں اُجالا جس نے
بھر دیا ظلم کی ہمّت کا پیالا جس نے
فتح مظلوم کا عنوان بھتیجے کو دیا
حوصلہ صبر کا بیمار بھتیجے کو دیا

گُم تھے بچّے تو انہیں ڈھونڈنے جنگل میں گئیں
کبھی فوجوں کبھی شام کے بادل میں گئیں
کبھی دریا پہ کبھی خون کے جل تھل میں گئیں
آئی آوازِ سکینہ کی تو مقتل میں گئیں

مل گئے سب تو اب اشکوں کو پئے بیٹھی ہیں
اپنے سائے میں یتیموں کو لئے بیٹھی ہیں

تول میزانِ عدالت پہ ذرا ربِّ جلیل
اک طرف صبرِ حسین ایک طرف عزمِ خلیل
شرطِ انصاف ہے اے خالقِ اذکارِ جمیل
اس طرف عون و محمّد ہیں اُدھر اسماعیل
ذبح فرزند پہ راضی یہ ارادہ تو نہ تھیں
ہاجرہ صبر میں زینب سے زیادہ تو نہ تھیں

ہماری بات سنو زندگی حسینؑ سے ہے
دلوں کا درد، دِلوں کی خوشی حسینؑ سے ہے
یہ آدمی بہ خدا آدمی حسینؑ سے ہے
جہاں میں پھیلی ہوئی روشنی حسینؑ سے ہے

یہ دن وہ ہیں کہ بہت سوگوار ہے دُنیا
غمِ حسینؑ میں پھر اشکبار ہے دُنیا

کہا حسینؑ نے سب کچھ لُٹانے آیا ہوں
مَیں اپنا وعدۂ طفلی نبھانے آیا ہوں
یزید وکفر کی دنیا مِٹانے آیا ہوں
مَیں اپنے نانا کی اُمّت بچانے آیا ہوں

یہ دن وہ ہیں کہ بہت سوگوار ہے دنیا
غمِ حسینؑ میں پھر اشکبار ہے دنیا

اجڑ گیا مرا کنبہ تو غم نہ کھاؤں گا
قسم یہ کھائی ہے واپس وطن نہ جاؤں گا
میں شیر خوار کو ہاتھوں پہ رن میں لاؤں گا
کٹا کے سجدے میں سر دینِ حق بچاؤں گا

یہ دن وہ ہیں کہ بہت سوگوار ہے دُنیا
غمِ حسینؑ میں پھر اشکبار ہے دُنیا

یہ کربلا کا مسافر جو لُٹ گیا آ کر
حسینؑ کہتے ہیں جس کو علیؑ کا لختِ جگر
پسر کے غم میں نہ سیدھی ہوئی تھی جسکی کمر
نبیؐ کے دین پہ قربان کر دیا سب گھر

یہ دن وہ ہیں کہ بہت سوگوار ہے دنیا
غمِ حسینؑ میں پھر اشکبار ہے دنیا

دیکھ کر لاشوں کو آنسو نہ بہایا جس نے
صبرِ مخدومہؑ کونین دکھایا جس نے
آن کر صحن میں سجادہ بچھایا جس نے
سجدۂ شکر میں سر اپنا جُھکایا جس نے
مامتا دل کی مسلنے جو لگی بات یہ کی
تھر تھراتے ہوئے ہونٹوں سے مناجات یہ کی

اے مرے پالنے والے مرا جذبہ ہو قبول
میری قربانیٔ اصغر مرے مولا ہو قبول
بارِ الٰہا مرا ناچیز یہ ھدیہ ہو قبول
تپشِ داغِ دلِ دخترِ زہرا ہو قبول

کیا ہے اعدا نے مری کوکھ جو ویران کر دی
تیری بخشش تھی تری راہ میں قربان کر دی

اِس تباہی پہ جو لب پر نہ دُعا ہو یا رب
مجھ کو ڈر ہے تری رحمت نہ خفا ہو یا رب
دے وہ توفیق جو راضی بہ رضا ہو یا رب
اپنے محبُوب کے صدقے میں عطا ہو یا رب

اکیلے ٹھوکریں مقتل میں کھا رہے ہیں حسینؑ
یہ کس کی ننھی سی تربت بنا رہے ہیں حسینؑ
بلا کا حشر ہے خیمہ میں آ رہے ہیں حسینؑ
جوان بیٹے کے لاشے کو لا رہے ہیں حسینؑ

یہ دن وہ ہیں کہ بہت سوگوار ہے دُنیا
غمِ حسینؑ میں پھر اشکبار ہے دُنیا

اسیر ہو کے جو زینبؑ وطن میں جائے گی
جو سب کو پوچھے گی صغرا تو کیا بتائے گی
جوان مر گئے اکبرؑ یہ کہہ نہ پائے گی
تڑپ کے مر گئے اصغرؑ سنا نہ پائے گی

یہ دن وہ ہیں کہ بہت سوگوار ہے دُنیا
غمِ حسینؑ میں پھر اشکبار ہے دُنیا

دیارِ شاہ پہ سردار اب تو جاؤں گا
زبانِ شیریں سے نوحہ انھیں سناؤں گا
ضریح کو دُوں گا میں بوسہ علَم چڑھاؤں گا
رہِ حیات کی منزل وہیں تو پاؤں گا

یہ دن وہ ہیں کہ بہت سوگوار ہے دُنیا
غمِ حسینؑ میں پھر اشکبار ہے دُنیا

سلام (طرحی)

(جناب ثمر ہلوری)

عزت صاحب کی شبِ بیداری مورخہ ۴ر اپریل ۱۹۷۰ء کے لئے منگایا گیا تھا جو ہم بدقسمتی سے پڑھ نہ سکے۔ اس لئے کہ جب ہمارا نمبر آیا تو شب بیداری کا وقت ختم ہو گیا تھا۔ بہرحال نذرِ سامعین ہے۔

کچھ مسکرا کے نظروں کو نظروں میں ڈال کے
دِل لے چلا حسین کا اصغر نِکال کے
مِٹتا نہیں مٹانے سے ماتم حسین کا
چرچے یونہی رہیں گے پیمبر کے لال کے
ڈٹ جاتے ہیں یہ جبر و تشدّد کے سامنے
انسان ہو رہے ہیں حسینی خیال کے

عبّاس کیا ہیں آج بھی مشغولِ سعیٔ حق!
کیوں پھندے ٹوٹ جاتے ہیں باطل کی جال کے
غُل تھا کہ روئے عون و محمدؑ کو دیکھنا
دیکھے گئے نہ طفل کہیں اس جلال کے
اصحابِ شاہ سینہ سپر تھے بوقتِ ظہر
سچ ہے کہ سورما نہیں محتاج ڈھال کے
کس لی کمر جو نصرتِ حق میں حبیب نے
آیا شباب رُخ پہ فرشتہ خصال کے
زینب وہ سر کٹانے کو مقتل میں جاتے ہیں
جن کو جوان تم نے کیا پال پال کے

جناب شاہد نقوی

نوحہ

یہ کالی رات یہ تنہائی کیا کرے زینبؑ
سب ہی چلے گئے آواز دے کسے زینبؑ
یہ چاہتے ہو اسیرِ بلا رہے زینبؑ
یہاں سے شام تلک ننگے سر پھرے زینبؑ
خدا کے واسطے مجھ کو کہیں چھپا جاؤ
خیام جل چکے عباسؑ اب تو آجاؤ

اندھیری رات ہے سب لوگ سہمے جاتے ہیں
دکھا کے نیزے شقی بچوں کو ڈراتے ہیں
کبھی جو شرم سے چہروں کو ہم چھپاتے ہیں
تو تازیانے یہ ظالم ہمیں لگاتے ہیں
لعین گھیرے ہیں بھیّا انھیں ہٹا جاؤ
خیام جل چکے عباسؑ اب تو آجاؤ
یہ چھوٹے بچے یہ بیوائیں اور یہ بیمار
لبوں پہ پیاس کی خشکی غموں سے سینہ فگار
ہیں کس نگاہ سے دیکھوں یہ اُن کی حالتِ زار
ہر ایک سمت سے گھیرے ہے خوف کی دیوار
کسی طرح سے یہ دیوار تو گرا جاؤ
خیام جل چکے عباسؑ اب تو آجاؤ

مولا نہ دشمنوں میں انہیں آپ بھیجئے
اکبر ہیں نوجواں ابھی اٹھارہ سال کے
مِلّت کے افتراق کی کوششیں نہیں
اسباب ہو رہے ہیں مسلسل زوال کے
موتی شمر ہیں قطرۂ اشکِ غمِ حسین
رکھ لو تم ان کو اپنے کفن میں سنبھال کے

سیّد سردار حسین سردار

نوحہ

شب اندھیری ہے صغرا چلو گھر چلو
کب سے روتی ہے مادر چلو گھر چلو
اٹھ کے دیکھو تو بھیا سکینہ ہوں میں
دخترِ قلبِ شاہِ مدینہ ہوں میں
سُونا سُونا ہے سب گھر چلو گھر چلو
خالی جھولا ترا ماں جھلاتی رہی
لوریاں دے کے تجھکو سلاتی رہی
ماں بلاتی ہے تم کو چلو گھر چلو

ہمارا ساتھ اگر ناگوار ہے بھیا
یہ بے بسی نگہ و دل پہ بار ہے بھیا
ترائی سے تمھیں اتنا ہی پیار ہے بھیا
تو لوٹ جانا تمھیں اختیار ہے بھیا
ذرا سی دیر کو آکر ہمیں بٹھا جاؤ
خیام جل چکے عباسؑ اب تو آجاؤ

سنو سکینہؑ بلاتی ہے تم کو رو رو کر
بڑا بھروسہ تھا بچی کو اپنے عمّو پر
وہ دُرّے کھاتی رہی اور ہوئی نہ تم کو خبر
لعین لے گئے کانوں سے چھین کر گوہر
وہ تم سے روٹھ گئی ہے اُسے مَنا جاؤ
خیام جل چکے عباسؑ اب تو آجاؤ

وہ ایک گوشے میں عابدؑ پڑے ہیں غش سے نڈھال
کسے بُلاؤں، کہوں کس سے جاکے اُن کا حال
سُنے گا کون میں کس سے کروں دوا کا سوال
تمھارے دیکھے سے شاید ہو کچھ مریض بحال
دوا نہیں ہے تو تسکین ہی دلا جاؤ
خیام جل چکے عباسؑ اب تو آجاؤ

تمھاری بیوہ وہ بیٹھی ہے سر جھکائے ہوئے
ردا تو چھن گئی بالوں سے مُنھ چھپائے ہوئے
جو آگ دل میں لگی ہے اُسے دبائے ہوئے
تمھارے بچوں کو دل سے مگر لگائے ہوئے
یتیم کیسے پلیں گے اُسے بتا جاؤ
خیام جل چکے عباسؑ اب تو آجاؤ

گھٹنیوں تم کو چلنا سکھاوں گی میں
وعدہ کرتی ہوں جھولا جھلاوں گی میں
بن ترے دل ہے مُضطر چلو گھر چلو

واسطہ تم کو اکبر کا دیتی ہوں میں
کیا سُناوں تمہیں غم جو سہتی ہوں میں
لُٹ گیا فاطمہؑ کا بھرا گھر چلو
مجھ کو ظالم طمانچے لگاتے رہے
مُسکراتے رہے ظلم ڈھاتے رہے
لُوٹ لی سر سے زینب کی چادر چلو

اب مرا کوئی بھیا سہارا نہیں
تم ہوں مجھ سے جُدا یہ گوارا نہیں
اب نہ عبّاس ہیں اور نہ اکبر چلو
بن ترے آج بھیا نہ گھر جاؤں گی
تم نہ واپس چلو گے تو مر جاؤں گی
لینے آئی ہے خواہر چلو گھر چلو

جب تلک باقی سرِ دار بانی رہے [?]
یاد اصغر کی تشنہ دہانی رہے
آج کوثر کے مالک ہیں سرور چلو
شب اندھیری ہے اصغر چلو گھر چلو

علیؑ کے شیر تم ہی تو ہماری دنیا تھے
تم ہی تو عترتِ شبیرؑ کا سہارا تھے
ہماری آخری ڈھارس ہمارا پردا تھے
تم ہی تو ظلمتِ ماحول کا اُجالا تھے
اگر ہو زور کوئی شمع تو جلا جاؤ
خیام جل چکے عباسؑ اب تو آجاؤ

عجیب گردشِ دوراں عجب زمانہ ہے
کہ بے ردا شہِ کونین کا گھرانا ہے
زبان کھولیں تو دُرّے ہیں تازیانہ ہے
سحر کو قید ہمیں ہو کے شام جانا ہے
جو ہو سکے تو ہمیں قید سے بچا جاؤ
خیام جل چکے عباسؑ اب تو آجاؤ

لعین کرتے تھے شاہد سفر کی تیاری
اور اُس طرف حرمِ شہ کے اشک تھے جاری
زمین ہلتی تھی لرزہ فلک پہ تھا طاری
تڑپ کے کہتی تھی جب اک غریب دُکھیاری
قریب آ گئے ظالم ہمیں بچا جاؤ
خیام جل چکے عباسؑ اب تو آجاؤ

ادارہ حسینی فونو ٹون حسب ذیل حضرات کا بیحد ممنون و مشکور ہے جن کی حوصلہ افزائی و تعاون سے ادارہ ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔

عزت مآب جناب راجہ صاحب محمود آباد
خطیب عالم اسلام علامہ رشید ترابی صاحب
جناب سید آل رضا صاحب ایڈوکیٹ
جناب حسین مہدی صاحب پاکستان ٹوبیکو
جناب نسیم امروہوی صاحب
جناب نجم آفندی صاحب
جناب یاور اعظمی صاحب
جناب علامہ جمیل مظہری پٹنہ
جناب سید علی مہدی صاحب بلرام پور
جناب مہذب صاحب لکھنوی
جناب مجاہد لکھنوی
جناب محشر لکھنوی
جناب سیف الدین ولیکا
جناب سید محمد علی رضوی عرف سچے صاحب
جناب علی عباس رضوی عرف بنّے صاحب
جناب نظیر صاحب عرف لڈن صاحب الہ آبادی

جناب سید علمدار علی خان صاحب سید سردار حسین صاحب
جناب رعنا اکبر آبادی
جناب سہیل رعنا صاحب
محترمہ کجن بیگم و اختر وصی علی صاحب
سید عابد علی زیدی صاحب آرکیٹیکٹس
جناب اختر جمال صاحب پرسٹو میوزک ہاؤس پہلی چورنگی کراچی
جناب طارق عزیز صاحب
جناب ایم اے خان اختر صاحب اوڈین سینما کیپٹ روڈ لاہور
جناب غلام قنبر رضوی صاحب ولیکا ٹیکسٹائل ملز
جناب جمیل حیدر صاحب چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ
جناب دلدار حسین صاحب
جناب اسلم صاحب
جناب انتخاب حیدر عابدی صاحب ڈپٹی کنٹرولر حبیب بنک
جناب اختر صاحب و صدیق صاحب گراموفون کمپنی لمیٹڈ
جناب جانی صاحب انجمن ذوالفقار حیدری
جناب آغا محسن جعفری پاک امریکن کمرشیل کراچی راولپنڈی
جناب سید ابن الحسن صاحب پوسٹرز ڈی فرانس
جناب محمد حسن عباس
جناب حامد رضوی صاحب

هاشمی رامپوری

نوحہ

ہاتھوں میں لئے خالی کوزا عبّاسؑ سکینہؑ روتی ہے
اب تک ہے نظر سوئے دریا عبّاسؑ سکینہؑ روتی ہے

تم ایسے گئے جا کر نہ پھرے اِتنا بھی نہ سوچا کیا ہوگا
لے آؤ خدارا مشکیزہ ، عبّاسؑ سکینہؑ روتی ہے

دیکھو تو ترائی سے اُٹھ کر پتھرائی ہوئی سہمی سی نظر
بے آس نہ ہوجائے دُکھیا ، عبّاسؑ سکینہؑ روتی ہے

تم لائے نہ بھر کر مشکیزہ ، نہ آپ ہی پلٹے دریا سے
کیا خوب نبھایا عہدِ وفا ، عبّاسؑ سکینہ روتی ہے

کھائے ہیں طمانچے ظالم کے معصوم نے ننھے گالوں پر
اِس نیند سے چونکو بہرِ خدا ، عبّاسؑ سکینہ روتی ہے

پردیس میں گھر بھر چھُوٹ گیا بے آس ہوئی کوئی نہ رہا
پُورا ہوا قسمت کا لکھا ، عبّاسؑ سکینہ روتی ہے

ہلتی ہے زمیں ہلتا ہے فلک ہیں ہاشمی غمگیں جنّ و ملک
ہے اہلِ حرم میں شور بپا ، عبّاسؑ سکینہؑ روتی ہے

جناب رضا عباس صاحب (کراچی ٹیلیویژن)
جناب محمود ہارون صاحب ایسٹرن فلم اسٹوڈیو
جناب ساجد عباس صاحب منیجر یونائیٹڈ بنک
جناب علی امیر صاحب حیدری انڈسٹریز
جناب میر مہدی حیدر جعفری صاحب علی اصغر ٹیکسٹائل مل
جناب اسلام احمد قریشی صاحب
اراکین انجمن ذوالفقار حیدری
اراکین انجمن رضا کاران حسین
جناب کیپٹن ایم ایف ناصر پی - آئی - اے
کیپٹن مرتضیٰ عسکری صاحب پی آئی اے
جناب سید امجد علی زیدی صاحب گرین ٹاؤن کمیٹی
مرزا محمد انور گرین ٹاؤن کمیٹی
جناب سید آل رضا صاحب ہوسٹلری ڈی فرانس
سید یوسف رضا زیدی صاحب
سید ابن عباس جعفری صاحب (حبیب بنک)

از طرف
سیّد عارف رضا
سیّد رفعت رضا

جناب رضا عباس صاحب ... کراچی ...

باہتمام مستفیض احمد صدیقی انٹرنیشنل پریس کراچی ۹۶

بصد شکریہ

بصد شکریہ